

سلسلہ دارالمصنفین ۵۰

ہماری باپشاهی

یعنی آغاز اسلام سے لیکر عرب، مصر و شام و عراق و ایران و ترکستان و
افغانستان و ہندوستان و روم و اندلس کی پوری مختصر اسلامی تاریخ

از

مولوی عبدالسلام صاحب قدوائی ندوی

مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

اسلامی مدرسوں کے بچوں کے لئے لکھی گئی،

باہتمام مولوی مسعود علی حسنانی،

مطبع معارف کیم گزہ میں چھپی

۱۳۵۵ھ
۱۹۳۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

ہمارے چھوٹے بچوں کے نصاب میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو اون کو اپنی تیرہ سو برس کی قومی تاریخ سے باخبر کر سکے، ہمارے لائق عزیز مولوی عبدالسلام صاحب قدوائی ندوی (اور جامعی بھی) مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) نے اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی ہے، اور اسی لئے اس کی عبارت سادہ، طرز اداسل اور لفظ چن چن کر آسان رکھے گئے ہیں، اور زبان ایسی اختیار کی گئی ہے، جو اون کے لئے دلچسپ اور پسندیدہ ہو، واقعے مختصر لکھے گئے ہیں، کہ وہ اون کو یاد رہ سکین، موقع موقع سے اون کی قومی نخوت اور مذہبی غیرت کو بیدار کیا گیا ہے، تاکہ تاریخ کا فائدہ حاصل کریں،

یہ مسلمانوں کی اون تمام بڑی بڑی سلطنتوں کی مختصر اور آسان تاریخ ہے، جو گذشتہ صدیوں میں روسے زمین کے اطراف میں اونھوں نے قائم کیں، گو تمام سلطنتوں کا اس میں استقصا نہیں کیا گیا ہے، تاہم کوئی بڑی سلطنت چھوٹے نہیں پائی ہے، خلافت عباسیہ کے قیام تک اس کے تحت کی بادشاہیوں

اور ریاستوں کا حال الگ نہیں بلکہ اوسی کے ساتھ ساتھ لکھا گیا ہے، اور کسی
کسی کا ذکر عاشیوں میں کر دیا گیا ہے،

دعا ہے کہ یہ کتاب بچوں میں مقبول ہو، اور اس سے اون کو فائدہ پہونچے،
اسکو نون ندرتون اور مکتبون کے کارکنون اور معلمون سے درخواست ہے
کہ وہ اس کو اپنے نصاب تعلیم میں جگہ دیکر اسلامی نصاب کی ایک بڑی کمی پوری کرے

سید سلیمان ندوی ناظم دارالمصنفین

ہجری الاولیٰ ۱۳۵۵ھ



فہرست مضامین ہماری بادشاہی

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|-------|-----------------------|------|--------------------------------------|
| ۲۱ | آخری جج | ۱ | پہلا باب |
| ۲۳ | حضرت کی وفات | ۲ | حضرت سے پہلے دنیا کی حالت |
| ۲۷ | اسلام کا اثر | ۳ | حضرت کا زمانہ |
| | دوسرا باب | ۴ | آپ کی پیدائش اور شروع کے حالات |
| | | ۵ | اللہ کا پیام |
| ۲۲-۲۶ | خلافت راشدہ | ۸ | طائف و مدینہ |
| ۳۱-۳۶ | حضرت ابو بکر صدیق رضی | ۱۰ | ہجرت |
| ۲۷ | روم و ایران | ۱۱ | بدھ کی ردائی |
| ۲۸ | یرموک | ۱۲ | احد |
| ۲۹ | حضرت ابو بکرؓ کی وفات | ۱۳ | خندق |
| ۳۱-۳۲ | حضرت عمرؓ رضی | ۱۴ | صلح حدیبیہ |
| ۳۲ | ایران | ۱۵ | بادشاہوں کے نام و دعوت اسلام کے خطوط |
| ۳۶ | شام | ۱۶ | غزوہ خیبر |
| ۳۷ | مصر | ۱۷ | فتح مکہ |
| ۳۹ | حضرت عمرؓ کی وفات | ۱۸ | حنین |
| ۴۰ | حضرت عمرؓ کے کارنامے | ۱۹ | غزوہ تبوک |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|--------|------------------------|-------|---------------------------------------|
| ۷۱ | مدینہ منورہ پر چڑھائی | ۴۱ | نظام خلافت |
| ۷۲ | مروان | ۴۴ | حضرت عثمانؓ، |
| ۷۳-۷۵ | عبد الملک | ۴۴ | فتوحات |
| ۷۶ | ولید | ۴۶ | مسلمانوں میں تفرقہ اور حضرت عثمانؓ کی |
| ۷۷ | سیمان | | شہادت، |
| ۷۸ | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ | ۴۷-۵۵ | حضرت علیؓ، |
| ۷۹ | یزید بن عبد الملک | ۵۵ | آپس کے جھگڑے |
| " | ہشام | ۵۷ | جنگ جمل |
| ۸۰ | ولید دوم | ۵۷ | صفین کی لڑائی |
| " | یزید سوم | ۶۰ | حضرت علیؓ کی شہادت |
| ۸۱ | مروان دوم | ۶۲ | حضرت امام حسنؓ، |
| | چوتھا بابؒ | | تیسرا بابؒ |
| ۸۳-۱۲۰ | بنی عباس | ۶۲-۶۳ | بنی امیہ کی خلافت، |
| ۸۳ | ابوالعباس سفاح | ۶۷-۶۳ | حضرت معاویہؓ، |
| ۸۴ | منصور | ۶۳ | ملک کا انتظام |
| ۸۶ | ممدی | ۶۵ | فتوحات |
| ۸۷ | ہادی | " | ولی ممدی |
| ۸۷ | ہارون رشید | ۶۷-۶۸ | یزید |
| ۸۸ | براکہ | ۶۸ | حضرت امام حسینؓ کی شہادت |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|---------|---------------------|------|--------------------------------|
| ۱۱۹ | ناصر، ظاہر، مستنصر | ۹۰ | ایمن |
| ۱۲۰ | منتصم | ۹۱ | مامون |
| | پانچواں باب | ۹۲ | حکومت زیادید، غالبہ اور ظاہریہ |
| ۱۲۳-۱۲۱ | عصر کی عباسی خلافت، | ۹۳ | منتصم |
| | چھٹا باب | ۹۴ | واقف |
| | اندلس | ۹۵ | مشوکل |
| ۱۳۱-۱۲۸ | بنی امیر | ۹۶ | منتصر |
| ۱۲۹ | ساتواں باب | ۹۷ | مستعین، معتز، متدی |
| | ترک | ۹۸ | معتد |
| ۱۳۱-۱۲۸ | ارطغرل | ۱۰۰ | معتقد |
| ۱۳۱ | قازی عثمان خان | ۱۰۱ | مکتفی |
| ۱۳۳ | اورخان | ۱۰۲ | مقدر |
| ۱۳۴ | سلطان مراد اول | ۱۰۳ | قادر، راضی |
| ۱۳۵ | سلطان بایزید اول | ۱۰۴ | مستفی، مستکفی |
| ۱۳۶ | سلطان محمد اول علی | ۱۰۵ | مطیع |
| ۱۳۷ | سلطان مراد دوم | ۱۰۶ | طالع، قادر |
| ۱۳۸ | سلطان محمد فاتح | ۱۰۷ | قائم |
| | | ۱۱۱ | مقتدی، مستنصر |
| | | ۱۱۲ | مستشد، راشد |
| | | ۱۱۳ | مقتفی |
| | | ۱۱۴ | مستنجد، مستنضی |

| صفحه | مضمون | صفحه | مضمون |
|---------|----------------------|------|----------------------|
| ۱۵۹ | سلطان مصطفیٰ چهارم | ۱۴۳ | سلطان بایزید دوم |
| ۱۶۰ | سلطان محمود ثانی | ۱۴۴ | سلطان سلیم اول |
| ۱۶۲ | سلطان عبدالعزیز اول | ۱۴۵ | سلطان سلیمان اعظم |
| ۱۶۳ | سلطان عبدالعزیز | ۱۴۶ | سلطان سلیم دوم |
| ۱۶۳ | سلطان مراد پنجم | ۱۴۷ | سلطان مراد سوم |
| " | سلطان عبدالحمید ثانی | ۱۴۸ | سلطان محمد سوم |
| ۱۶۵ | سلطان محمد پنجم | " | سلطان احمد اول |
| " | جنگ جرمی یا جنگ عظیم | ۱۴۹ | سلطان مصطفیٰ اول |
| ۱۶۷ | سلطان عبدالعزیز | " | سلطان عثمان دوم |
| ۱۶۷ | سلطان عبدالحمید دوم | ۱۵۰ | سلطان مراد چهارم |
| " | مصطفیٰ کمال | ۱۵۱ | سلطان ابراهیم |
| | آه مٹوان باب | " | سلطان محمد چهارم |
| ۱۶۷-۱۶۹ | هندوستان | ۱۵۲ | سلطان سلیمان دوم |
| | نوان باب | ۱۵۳ | احمد دوم، مصطفیٰ دوم |
| | | ۱۵۴ | سلطان احمد سوم |
| | | ۱۵۵ | سلطان محمود اول |
| | | ۱۵۶ | سلطان عثمان سوم |
| ۱۸۳-۱۷۸ | خاتمہ | " | سلطان مصطفیٰ سوم |
| ۱۷۸ | موجودہ حالت | ۱۵۷ | سلطان عبدالحمید اول |
| ۱۸۰ | تاریخی سبق | " | سلطان سلیم ثالث |

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العالمين، الصلوة والسلام على سيدنا محمد وآلِهِ

محمد وآلِهِ واصحابِهِ جميعين

پہلا باب

حضور سے پہلے دنیا کی حالت

تم نے عرب کا نام سنا ہوگا، اب سے کوئی چودہ سو برس پہلے وہاں عجب اندھیرا پھا ہوا تھا، اللہ اور اس کے دین کو لوگ بالکل بھول گئے تھے، ایک خدا کی جگہ سیکڑوں دیوی دیوتا بن چکے تھے، کعبہ جو صرف اللہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا، اب اس میں ایک دو نہیں پورے تین سوساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، جن کی پوجا ہوتی تھی، سب پر بس نہ تھا، بلکہ ہر ہر خاندان اور خاندان ہی نہیں ہر ہر گھر میں الگ الگ بت دھڑا ہوئے تھے، جن کی پوجا ضروری تھی، یہ لوگ دنیا ہی کی زندگی پر مگن تھے، کبھی بھولے سے بھی انہیں مرنے کا خیال نہ آتا، اور آتا بھی تو صرف اتنا ہی کہ ایک دن مرکز ٹرگن ہو جائے گا۔

رہا مرنے کے بعد عذاب و ثواب تو ایسی باتوں کو یہ خرافات سمجھتے تھے، نہ قیامت کو مانتے تھے نہ دوزخ کا یقین تھا، بلکہ جو ان چیزوں کا ذکر کرتا تھا اسے پاگل اور خطی سمجھتے تھے، اسی خیال کا اثر تھا کہ وہ نیکی سے کو مومن دور تھے دنیا کی کون سی برائی تھی جو ان میں نہیں پائی جاتی تھی، ذرا اور اسی بات پر لڑ مرنے اور ایک دوسرے کا سر کاٹ لینا ان کے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی، بہت ہی چھوٹی چھوٹی چیزوں پر لڑائی شروع ہو جاتی اور ایسی سخت کہ میکرٹون برس تک ختم نہ ہوتی، لوٹ مار کا یہ حال تھا کہ کسی کا کیلے نکلنا دشوار تھا، بڑے بڑے قافلوں کے ساتھ لوگ جاتے لیکن پھر بھی گھر تک صحیح سلامت مشکل ہی سے پہنچ پاتے، چوری کا عام رواج تھا، اچھے اور بچے اپنے گھر لے آئے اس میں مبتلا تھے، نامی نامی لوگ اسے کرتے تھے، اور فرست بیان کرتے تھے، زنا اور بدکاری سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھی، شعراء اپنے اشعار میں بیان کرتے اور مرے لے لے کر ہر جگہ گاتے پھرتے، شراب اور جوئے کی تو یہ کثرت تھی کہ خدا کی پناہ، گھر گھر اس کا چرچا تھا، جہاں چار آدمی جمع ہوتے شراب اور جوئے شروع ہو جاتا، اور وہ پیسے پیسے سے گذر کر یوں بچوں تک بازی لگے لگتی پھر اس کے ساتھ اور طرح طرح کی بے حیائیاں ہوتیں، بیرحمی کا یہ حال تھا کہ زندہ جانوروں کو باندھ کر اون پر تیر کی مشق کرتے پیٹ والی عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے، دشمنوں کو قتل کر کے ان کے ناک کان کاٹتے اور ہار بنا کر پسینے ان کی گھوڑیوں میں شراب پیتے، ان کو لہو کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے،

جہالت اور بے علمی ایسی تھی کہ سارے عرب میں مشکل سے چند آدمی تھے جو پڑھ لکھ سکتے، کھانے پینے میں بھلے برس کی تیز بالکل نہ تھی جو باجالتے کھا ڈالتے، کیرٹے، کوڑے، گوہ، پھسکی تک ہضم کر جاتے، مردہ جانوروں کے کھانے میں ذرا بھی ہرج نہ سمجھتے تھے، خون جمانے

اور اسے کاٹ کاٹ کر بڑے منے سے کھاتے، غرض کہ کچھ عجب حال تھا، کوئی کہاں تک بیان کرے، اور کس کس برائی کو گنائے، بس یہ سمجھ لو کہ دنیا کی ہر برائی ان میں موجود تھی، یہ صورت صرف عرب ہی کی نہ تھی، بلکہ دنیا کا بڑا حصہ برائیوں میں مبتلا تھا، خدا کا خیال دلوں سے نکل گیا تھا، کہیں بتوں کی پوجا ہو رہی تھی، کہیں آگ کو سجدہ کیا جا رہا تھا، کہیں درختوں اور جانوروں کے سامنے سر جھکے ہوئے تھے، کہیں قبروں پر چڑھاوے چڑھ رہے تھے، بادشاہ رعیت پر ظلم کر رہے تھے، بڑے چھوٹوں کو ستا رہے تھے، امیر غریبوں کو تنگ کر رہے تھے، غرض کہ ہر جگہ نیکی کے بدلہ بدی اور اچھائی کی جگہ برائی پھیلی ہوئی تھی، اور ساری دنیا بڑی سخت مصیبت اور پریشانی میں پھنسی ہوئی تھی،

حضرت کا زمانہ،

(۱)

آپ کی پیدائش اور شروع کے حالات

اوپر پڑھ چکے ہو کہ دنیا کیسی برائیوں میں مبتلا اور کیسی مصیبتوں میں گھری ہوئی تھی اور اس کی حالت کس قدر خراب ہو چکی تھی، اللہ میاں تو اپنے بندوں پر بڑے مہربان ہیں، یہ حالت دیکھ کر انھیں رحم آیا اور اسے پھر سے درست کرنے کے لئے ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دنیا میں بھیجا، دینے والا (بارہ وفات) کی قیامت تھی جب حضور اس دنیا میں تشریف لائے، پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ کے والد حضرت عبد اللہ انتقال فرما چکے تھے، چھ برس کے نہ ہونے پائے تھے کہ والدہ حضرت آمنہ بھی وفات پا گئیں اور آپ اپنے دادا حضرت عبد المطلب کے ساتھ رہنے لگے، نو برس کی عمر میں دادا بھی اس

دنیا سے سدھار گئے اور آپکے چچا حضرت ابو طالب آپ کی پرورش کرنے لگے،

بچپن ہی سے آپ بڑے کاموں کو ناپسند فرماتے تھے، اور ہمیشہ نیک کاموں میں

لگے رہتے تھے، ابھی آپ پورے طور سے جوان بھی نہ ہوئے تھے، کہ عرب میں ایک انجن

بنائی گئی جس کی غرض یہ تھی کہ ملک سے لوٹ مار، چوری ڈاکہ اور اسی قسم کے بڑے کام منائے

جائیں، آپ اس قسم کے کاموں کو دل سے چاہتے تھے، فوراً ہی اس انجن میں شریک ہو گئے،

شروع ہی سے آپ کی نیکی، سچائی، دینداری اور امانت اتنی مشہور تھی کہ سب آپ کے

امین (امانت دار) کہہ کر پکارتے تھے، دشمن تک آپ کو سچا اور نیک سمجھتے تھے،

ایک مرتبہ مکہ میں پانی کی ایسی زیادتی ہوئی کہ کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں، قریش

(یعنی مکہ کے لوگوں) نے پھر سے درست کرانا شروع کیا، جب دیواریں کچھ اونچی ہو گئیں اور پھر

(وہ مقدس سیاح پتھر جسے حج میں لوگ چوستے تھے) کے رکھنے کا وقت آیا تو آپس میں جھگڑا شروع

ہوا، ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ یہ پتھر اسی کے ہاتھ سے لگایا جائے، جب بات بہت بڑھی، اور

مارپیٹ تک فوج آئی تو سب نے کہا کہ اس وقت جھگڑانا بیکار ہے، کل جو شخص سب سے پہلے

آئے وہ اس جھگڑے کو طے کرے، جو وہ کے گا ہم سب وہی کریں گے،

صبح ہوئی اور لوگ آئے تو دیکھا کہ حضور پہلے ہی سے موجود ہیں دیکھتے ہی چلا اٹھے کہ امین

آگئے، اب ان سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے، حضرت نے ایک چادر بچھائی، حجر اسود اُس

رکھا اور فرمایا کہ اب ہر خاندان کا ایک ایک آدمی آجائے اور سب مل کر چادر پکڑ لیں اس طرح

اٹھا کر پتھر کو اس کی جگہ تک لائے، یہاں پہونچ کر آپ نے فرمایا اب میں تم سب کی طرف سے

اسے لگائے دیتا ہوں اس ترکیب سے لوگ بہت خوش ہوئے اور سارا جھگڑا ختم ہو گیا،

اللہ کا پیام،

اوپر پڑھ چکے ہو کہ حضور ہمیشہ نیک کاموں میں لگے رہتے تھے، مکہ کے قریب ایک غار حرا تھا، آپ کھانے پینے کا سامان لے کر وہاں چلے جاتے اور کئی کئی دن تک عبادت کرتے رہتے، ایک دن آپ اسی حالت میں تھے کہ حضرت جبریلؑ اللہ کا پیام لیکر آئے، اس دن سے قرآن کی آیتیں اتنی شروع ہوئیں کچھ دن کے بعد حکم آیا کہ دوسروں کو بھی اللہ کی باتیں سنائی جائیں، جو لوگ آپ کے زیادہ قریبی تھے پہلے آپ نے ان کو سنایا، حضرت خدیجہؓ آپ کی بیوی تھیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ عمر بھر کے دوست تھے، حضرت علیؓ بچپن سے ساتھ رہتے تھے، حضرت زیدؓ آپ کے غلام تھے، آپ کی پوری زندگی ان لوگوں کے سامنے تھی، یہ اچھی طرح جانتے تھے، کہ آپ کس قدر نیک، سچے، پاک اور ایمان دار ہیں آپ نے جیسے ہی ان سے فرمایا وہ محزون نے مان لیا اور آپ پر ایمان لے آئے،

شروع میں کچھ دن آپ چپ چاپ خاموشی سے کام کرتے رہے، الگ الگ لوگوں سے ملتے اور انھیں خدا کا پیغام پہنچاتے، کچھ لوگ اس طرح اسلام لے آئے تو اللہ کا حکم آیا کہ اب کھل کر صاف صاف لوگوں سے کہو، آپ نے صفا پہاڑ پر تمام لوگوں کو جمع کیا، جب سب اکٹھا ہو گئے، تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا شکر پڑا ہوا ہے جو بہت جلد تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم اس پر یقین کرو گے، لوگوں نے کہا کیوں نہیں، چالیس برس سے زیادہ آپ ہمارے ساتھ رہتے ہیں، اتنے دنوں میں کبھی ایک لفظ بھی آپ کی زبان سے غلط نہیں نکلا، پھر بھلا کیا وجہ ہے کہ ہم آپ کا کہنا نہ مانیں یہ سنکر

آپ نے فرمایا کہ اچھا سنو اللہ ایک ہے اس نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، یہ سننا تھا کہ سب کے سب برا بھلا کہنے لگے، کہاں تو ابھی تعریف کر رہے تھے اور کہاں ذرا سی دیر میں برائی شروع کر دی،

اب آپ پورے طور سے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے، اور رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا، قریش کو یہ بہت ہی ناگوار تھا وہ کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ لوگ اسلام قبول کریں، اسلئے کہ اس سے ایک طرف اون کا مذہب مٹا جاتا تھا دوسری طرف اون کی سرداری اور ریاست جس کے وہ صدیوں سے عادی چلے آ رہے تھے ختم ہوتی جاتی تھی، اس لئے پہلے تو اونھوں نے زبانی مخالفت کی لیکن جب دیکھا کہ اس طرح کام نہیں چلتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچانی شروع کیں کبھی راستہ میں کانٹے بچھا دیتے تاکہ آپ کے پیروں میں چھو جائیں کبھی آپ پر بنجاست ڈال دیتے، کبھی گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے غرض کہ ہر طرح آپ کو اپنے کام سے روکنا چاہتے لیکن آپ پر ذرا بھی اثر نہ ہوا، اور آپ نے برابر اپنا کام جاری رکھا، آخر لوگ حضرت ابوطالب کے پاس شکایت لیکر آئے کہ آپ کو اس سے روکیں، حضرت ابوطالب نے بلا کر سمجھایا، لیکن آپ نے کہا خدا کی قسم اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ میں اس کام سے باز آ جاؤں تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، کہتے کہتے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، حضرت ابوطالب نے کہا جاؤ اپنا کام کرو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا،

اب قریش نے اور زیادہ سختی شروع کی اور آپ کے ساتھ آپ کے ساتھیوں اور مسلمانوں کو بھی طرح طرح سے ستانے اور تکلیفیں پہنچانے لگے، کسی کو مارتے، کسی کے کانٹے چھونے، کسی کو زمین پر گھسیٹنے، کسی کو بازو کر لٹکاتے، کسی کو دھوان دیتے، کسی کو دھتکتے جوئے

انگاروں پر لڑتے کسی کو زخمی کر کے عرب کی عیسیٰ ہوئی ریت پر لڑتے اور اوپر سے پتھر رکھتے،
غرض کہ کوئی ایسی تکلیف نہ تھی جو اونھوں نے نہ اٹھا رکھی ہو، لیکن اللہ کے یہ بندے ایمان کے
ایسے پکے تھے کہ ان پر کسی سختی کا اثر نہ ہوتا، جیسی جیسی سختی بڑھتی جاتی تھی ویسے ویسے ان کا
ایمان اور مضبوط ہوتا جاتا تھا،

جب قریش کی تختان حد سے سوا اور غریب مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت
ہو گئیں تو آپ نے اپنے اصحاب و ساتھیوں کو حکم دیا کہ حبشہ جہان کا بادشاہ بڑا رحم دل
اور نرم مزاج تھا پیلے جائیں، چنانچہ یہ لوگ حبشہ روانہ ہو گئے، قریش بھلا اسے کیسے پسند
کر سکتے تھے کہ مسلمان کہیں آرام کی زندگی بسر کر سکیں، فوراً حبشہ چڑ آدمی بھی جا پہنچے
اور وہاں کے بادشاہ نجاشی سے ملے اور کہا کہ ہمارے چند نالائق غلام یہاں بھاگ آئے
ہیں، آپ انھیں واپس کر دیجئے، نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر حالات پوچھے، حضرت جعفرؓ نے
سارا قصہ سنایا، نجاشی کو اطمینان ہو گیا، اور اوس نے مسلمانوں سے کہا آپ لوگ آرام سے
رہیں، اس کے بعد قریش کے لوگوں کو واپس کر دیا،

اب مکہ میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان کے ساتھ اور زیادہ سختی ہونے لگی لیکن
ایک آدمی بھی دین سے نہ پھرا، یہ دیکھ کر قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے بایکٹ
کی صلاح کی، چنانچہ دو برس سے زیادہ ان کا بہت ہی سخت بایکٹ رہا، اور ان کے
ساتھ میل جول نادی سیاح ہر قسم کے رشتے توڑ لئے، ان پر کھانے پینے کا سامان بند کر دیا، دودھ
برس کے بعد چند رحم دل آدمیوں نے درمیان میں پر کر یہ بایکٹ ختم کر دیا،

طائف و مدینہ،

ہجرت،

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وجہ سے رسول اللہ صلعم کو بڑا سہارا تھا، لیکن نبوتِ پیغمبری کے دسویں سال ان کا انتقال ہو گیا، اب قریش کو کھیلنے کا موقع مل گیا اور اونھوں نے پہلے سے بہت زیادہ سنا اور تنگ کرنا شروع کر دیا،

مکہ کی یہ حالت دیکھ کر آپ طائف تشریف لے گئے، کہ شاید وہاں کے لوگ اللہ کا پیغام سنیں، لیکن طائف کے لوگ مکہ والوں سے بھی بڑھ کر نکلے، پتھر پھینک پھینک کر اتنا مارا کہ آپ لہو لہان ہو گئے، جب تھک کر بیٹھ جاتے تو یہ بد معاش اگر زبردستی اٹھا دیتے، اور پھر پتھر برسائے شروع کر دیتے، بڑی مشکلوں سے بچ کر کسی طرح آپ مکہ واپس آئے، یہاں تک کہ وہی رنگ تھا، بلکہ کچھ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی،

یہ حال دیکھ کر آپ نے عرب کے دوسرے قبیلوں کو اپنا پیغام سنانا چاہا، اس کے لئے حج کا زمانہ سب سے بہتر تھا، چنانچہ جب لوگ جمع ہوتے تو آپ اون کے پاس جاتے اور اونھیں اسلام کی طرف بلائے، خدا کا کرنا ایسا ہو کہ ان کی مخالفت کے باوجود کچھ لوگ اسلام لے آئے، سب سے پہلے مدینہ کے چھ آدمی مسلمان ہوئے، دوسرے سال بارہ آدمی آئے اور مسلمان ہو کر واپس گئے،

اب مدینہ میں نہایت تیزی سے اسلام پھیلنے لگا، اگلے سال تین سو تیرہ اور دو سو تین

ایمان لائیں، ادھون نے اس کا بھی وعدہ کیا کہ اگر آپ مدینہ تشریف لے چلیں تو ہم لوگ آپ کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔

قریش کو یہ معلوم ہوا تو ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی، ادھون نے ایک جلسہ کیا، اور سوچنا شروع کیا کہ اب کیا کیا جائے، آخر سب نے مل کر طے کیا کہ اب معاملہ حد سے گذر چکا ہے، اور سولے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈیا جائے، اور ایک شب کو بڑے بڑے قریش نے آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ کا گھر گھیر لیا، لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ کو بچانا اور اپنے دین کو پھیلانا منظور تھا، اس لئے اوس نے وحی کے ذریعہ سے حضرت کو خبر کر دی، آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا، اور چپکے سے حضرت ابو بکرؓ کے یہاں تشریف لائے، ادھون نے سواری اور زاد راہ کا انتظام کیا، اور دونوں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، لیکن قریش آپ کی تلاش میں تھے، اور آپ کی گرفتاری کے لئے انعام مقرر کیا تھا، اس لئے آپ مکہ سے قریب ہی غار ثور میں چھپ گئے، تین دن کے بعد جب ذراطمینان ہوا تو آپ وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، پہلے قبائین چند دن ٹھہرے، یہاں ایک مسجد بنائی، اس کے بعد مدینہ تشریف لے گئے، اور حضرت ابویوب انصاریؓ کے مکان میں ٹھہرے،

آپ کی آمد کی خوشی میں مدینہ میں بڑی جلیں پہل پیدا ہو گئی، عورتیں اور بچے تک زیارت کے لئے گھروں سے نکل آئے، اور خوشی میں یہ شعر گانے پھرتے تھے،

طلع البدر علینا من ثیبات الوداع

وداع پہاڑ کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند نکل آیا،

وجب الشکر علینا ما دعا لہ داع

ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعائیں ملنے والے خدا سے دعا مانگیں
ایہا المبعوث فینا، جنّت بالامر المطاع
اسے ہم میں آنے والے آپ مائے کے لائق چیز لے کر آئے ہیں،
کچھ دن کے بعد اور مسلمان بھی مکہ سے آگئے، اور امن سے رہنے لگے،

(۴)

بدر کی لڑائی ۲

مدینہ آنے کے بعد کسی قدر آرام و سکون کا موقع ملا تھا، لیکن بھلا قریش اسے
کیونکر مہذب کر سکتے تھے کہ مسلمان کہیں بھی چین سے رہ سکیں، اسلئے وہ کبھی یہودیوں کو
اکسائے کبھی منافقوں کو بھڑکائے بغرض آئے دن کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھانے کی کوشش
کرتے، جب اس سے بھی کام نہ چلا تو لڑائی کی ٹھانی، اور ایک بڑی بھاری فوج لیکر
مدینہ پر چڑھائی کر دی، مسلمانوں کی تعداد وہی کتنی تھی، آپ کچھ مسلمان اور کچھ انصار کو
جن کی تعداد ۳۱۲ تھی، لے کر مقابلہ کیلئے نکلے، بدر کی پہاڑی پر دونوں کا مقابلہ ہوا، مسلمان
بہت پریشان تھے، اتنی بڑی فوج کے مقابلہ میں تین سو تیرہ آدمیوں کی بساط ہی کیا تھی؟
اور وہ بھی اس حال میں کہ نہ سواری کا پورا انتظام تھا نہ قریبہ کے ہتھیار تھے، نہ کوئی
اور سامان درست تھا، لیکن اللہ کے یہ بندے پھر بھی مطمئن تھے، بے جھمک میدان میں
اتر پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سجدہ میں رکھ دیا، اور گڑا گڑا کر دعا مانگی،
دعا قبول ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی، کہاں یہ حیران و پریشان مسلمان
بھر پور دیسی اور چند مددگار اور کہاں وہ قریش کا دل بادل لشکر کون کہہ سکتا تھا کہ

میدان مسلمانوں کے ہاتھ ہے گا، لیکن جو اللہ کا ہوجاتا ہے، اللہ بھی اوس کا ہوجاتا ہے؛ چند گھنٹے میں قریش کو پوری شکست ہوئی، اس لڑائی میں اودن کے تمام بڑے بڑے سردار کام آئے، ابوہریرہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں سب سے بڑھا ہوا تھا، مارا گیا، اور شتر آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے، یہ لوگ حضرت کے بڑے دشمن تھے، مکہ میں اودھون نے آپ کو بہت ستایا تھا، اور مسلمانوں پر بڑے ظلم کئے تھے، کوئی اور ہوتا تو اوس وقت ان سے اچھی طرح دل کھول کر بدلہ لیتا، لیکن حضورؐ تو بڑے ہی نیک اور رحم دل تھے، آپ نے ان کو معمولی تکلیف تک نہ پہنچائی، اور مسلمانوں کو تائید کر دی کہ خبردار کسی قیدی کو تکلیف نہ ہونے پائے جن کے پاس کپڑا نہ تھے اودن کو کپڑے پہنائے صحابہ خود کچورین کھا کر گزارہ کرتے تھے، مگر قیدیوں کو روٹی کھلاتے تھے، اسی طرح کچھ دن آرام سے رکھنے کے بعد پھر معاوضہ لیکر سب کو چھوڑ دیا،

(۵)

اُحدؓ

مکہ میں بدر کی شکست کی خبر پہونچی تو گھر گھر روپا پنا پچ گیا، جن جن کے اعزہ اقربا مارے گئے تھے وہ جمع ہو کر ابوسفیان کے پاس آئے، اس کے اعزہ بھی مارے گئے تھے، اودن بھی وہ قریش کا سردار تھا، اس نے مسلمانوں سے بدلہ لینا اوس کا فرض تھا، اوس نے مارے قریش سے چنہ جمع کی، بڑے زور و شور سے لڑائی کی تیاری شروع کی اور دوسرے سال تین ہزار فوج لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا، اور احد کے پاس آکر خیمے لگا دیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو صحابہ (ساتھیوں) سے مشورہ کیا، اول

ہزار آدمی کے ساتھ مقابلہ کے لئے چل کھڑے ہوئے، راستہ میں منافقوں کی ایک بڑی جماعت الگ ہو گئی، اور آپ کے پاس صرف سات سو آدمی رہ گئے، لڑائی کا وقت آیا تو آپ نے پشت پر جدھر سے کافروں کے حملے کا خطرہ تھا، حفاظت کے لئے عبداللہ ابن حبیب کے ساتھ ایک دستہ مقرر کر دیا، اور فرمایا کہ گھاٹی پر کھڑے رہو، یہیں جیت ہو یا ہار تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی اور مسلمان بڑی بہادری سے لڑے، کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے، یہ دیکھ کر تیر انداز جو پشت پر حفاظت کر رہے تھے، مال غنیمت کی طرف جھک پڑے، اون کی جگہ خالی دیکھ کر خالد بن ولید نے ادھر سے حملہ کر دیا، مسلمان لوٹ میں لگے ہوئے تھے، اس لئے نہ روک سکے، اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، اس جنگ میں مشہور ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی، اس خبر کے اڑنے ہی مسلمان بدحواس ہو گئے، اور اون کے پاؤں اکھڑ گئے، لیکن بہت سے مسلمانوں کا جوش زیادہ بڑھ گیا، اور برابر لڑتے رہے کہ اتنے میں ایک صحابی کی نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ گئی، اونھوں نے مسلمانوں کو پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان میں، یہ آواز سن کر مسلمانوں کی جان میں جان آئی، اور آپ کے پاس جمع ہوئے کافروں نے یہ دیکھا تو ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا، لیکن مسلمانوں نے جانیں لے کر دین حضرت ابو جابر انصاری کا یہ حال تھا کہ جو تیر حضور کی طرف جاتے اونھیں اپنے بدن پر روک لیتے تھے، حضرت طلحہ و سہیل کی تلواریں اپنے ہاتھ پر روکتے تھے، یہاں تک کہ اون کا ایک ہاتھ ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا، غرض مسلمانوں نے جانوں کیل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ نے نہ دئی پھر بھی آپ زخمی ہوئے اور جان نثار صحابہ کے ساتھ چوٹی پر چڑھ گئے، ابو سفیان سمجھتا تھا کہ محمد کام آگئے، اس لئے ٹیلہ پر چڑھ کر ابوبکرؓ اور عمرؓ کو پکارا

جب اوس کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو اوس نے کہا آج کا دن بدر کا بدلہ ہو گا۔ سال بدر کے مقام پر پھر ہمارا تھا اور مقابلہ ہو گا، حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ کہدو منظور ہے، اس لڑائی میں شتر مسلمان شہید ہوئے، یاد ہو گا کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ مسلمانوں نے کیسا اچھا سلوک کیا تھا، لیکن کافروں نے زندوں کا کیا ذکر ہے، مردوں تک سے بُرا سلوک کیا، لاشوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، اون کے ناک کان کاٹے، پیٹ پھاڑ کر کلینچا اور اسے چایا غرض کہ جو کچھ برائی اور بدسلوکی اون سے ہو سکی اونھوں کی،

(۶)

خندق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے یہاں یہودیوں کا بڑا زور تھا، اور وہ اپنے مذہب اور اپنی دولت مندی کی وجہ سے بڑے معزز سمجھے جاتے تھے، جب مدینہ میں مسلمان پہنچے اور یہاں اسلام پھیلنے لگا تو یہودیوں کا اگلا عز و وقار خطرہ میں پڑ گیا، اس لئے وہ مسلمانوں کی دشمنی میں قریش سے بھی بڑھ گئے، مسلمانوں کا زور توڑنے کی کوشش شروع کر دی، ان میں بنو نضیر سب سے زیادہ دشمن تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے خیمہ نکال دیا، یہاں آنے کے بعد اونھوں نے ایک بڑی زبردست سازش کی قریش تو مسلمانوں کے پرانے دشمن تھے ہی، اون کو ملنا کیا مشکل تھا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں فوراً بنو نضیر کے ساتھ ہو گئے، ان کے علاوہ اونھوں نے عرب کے تمام قبائل کو ملا کر جو میں ہزار کی تعداد میں مدینہ پر چڑھائی کر دی،

چونکہ اتنی بڑی فوج مسلمانوں کے مقابلہ میں کبھی نہ آئی تھی، اس لئے جب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی تو صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی نے رسلے دی کہ مدینہ کے ارد گرد ایک خندق (کھائین) کھود لیجائے تاکہ دشمن اندر نہ آسکیں، حصوں نے یہ رسلے پسند فرمائی، اور خندق کھدائی، کفار اُسے تو اونٹین متقابلہ میں بڑی دشواری ہوئی، مجبور ہو کر چاروں طرف سے گھیر لیا، یہ وقت مسلمانوں کے لئے سخت پریشانی کا تھا، کئی کئی دن کھانے کو نہیں ملتا تھا، منافقوں نے الگ بہانہ کر کے ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا، خندق پارے دشمن تیر اور پتھر برسا رہے تھے، ایک مہینہ تک محاصرہ قائم رہا، مسلمان اللہ کا نام لے کر ہمت سے کام لیتے رہے، ایک مہینہ کے بعد اللہ نے اون پر فضل کیا، اور دشمنوں میں آپس ہی میں چھوٹ پڑ گئی، اس کے علاوہ ایسی زبردست آندھی آئی کہ چولہے کی بانڈیاں الٹ الٹ گئیں، اس سے دشمنوں کی ہمت چھوٹ گئی، اور وہ پریشان ہو کر لوٹ گئے،

(۷)

صلح حدیبیہ

مکہ مسلمانوں کا محبوب وطن تھا، یہاں سے وہ زبردستی نکالے گئے تھے، لیکن ان کے سب رشتہ دار یہیں تھے، بعضوں کے بال بچے بھی اب تک مکہ ہی میں تھے، مسلمانوں کو مکہ چھوڑنا ہونے لگی برس گزر گئے تھے، اس لئے اون کو وطن کی یاد تازہ رہی تھی، یہاں کی ہر چیز یاد آتی تھی، اس کے علاوہ بیت اللہ شریف اون کا قبلہ تھا، برسوں سے اوس کی زیارت اور حج سے محروم تھے، اس لئے جنگ خندق کے ایک سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال کے ساتھ کہہ کی زیارت کے لئے چل کھڑے ہوئے، اور اس خیال سے کہ قریش کو یہ خیال نہ ہو کہ ہم سے لڑنے کے لئے آ رہے ہیں، عمرہ کا احرام باندھ لیا، اور قربانی کے جانور ساتھ

کاحج
کاحج

لے لے لیکن پھر بھی دشمن شہادت سے باز نہ آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ پہنچے
بھی نہ پائے تھے کہ اونھوں نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا، بہتہ ایتین دلا گیا کہ صرف عمرہ
کی نیت سے لڑائی بھڑائی کا کوئی ارادہ نہیں ہے، لیکن شیطانوں نے ایک نہ سنی،

حضرت عثمانؓ معاملہ طے کرنے لگے تھے کسی نے جڑاڑا دی کہ وہ شہید کر ڈالے گئے، حضور
کو بہت رنج ہوا، فوراً ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام صحابہ سے بیعت لی کہ اس خون کا بدلہ
لے بغیر بیان سے نہ ملین گے، یہی بیعت، بیعت رضوان کہلاتی ہے، بعد کو معلوم ہوا کہ یہ خبر
غلط تھی، اب پھر اصل بات شروع ہوئی، آخر بڑی مشکلوں سے اس پر معاملہ طے ہوا کہ:-
(۱) اب کی مسلمان واپس چلے جائیں، اگلے سال آئیں لیکن شرط یہ ہے کہ تلوار (وہ
بھی میان میں) کے سوا، اور کوئی ہتھیار نہ ہو، تین دن وہ مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں، ان دنوں
میں قریش شہر سے باہر چلے جائیں گے،

(۲) مسلمان اور قریش دونوں کو حق ہے کہ جس سے چاہیں معاہدہ (معاملہ) کریں،
(۳) اگر قریش میں کا کوئی شخص بلا اجازت مسلمانوں سے جا ملے گا تو واپس کر دیا جائیگا
لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس آئیگا، تو پھر واپس نہیں لوٹایا جائیگا،

(۴) دس سال آپس میں صلح رہے گی، اور اس عرصہ میں کوئی لڑائی بھڑائی نہ ہوگی،
اس معاہدہ (عہد نامہ) کی تیسری دفعہ دیکھنے میں کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے، لیکن سچ
پوچھو تو اس میں بڑی مصلحت تھی، جب مسلمان کافروں سے مل گیا تو پھر وہ کس کام کا، عتبیہ
رہے اتنا ہی اچھا ہے، پاس رکھ کر سولے ہر وقت کھٹکے کے اور کیا فائدہ، رہا مسلمان تو وہ
کہیں بھی رہے، کافروں کو نقصان کے سوا اس سے فائدہ کیا ہو سکتا ہو، چنانچہ یہی
ہوا، قریش کے جو لوگ مسلمان ہو جاتے وہ اس دفعہ کی وجہ سے مدینہ میں رہ نہیں سکتے تھے

اور مکہ کافروں کے پاس وہ لوٹ کر جانا نہیں چاہتے تھے، مجبوراً اپنی ایک ایک ٹکڑی بنائی اور قریش کے قافلوں کو لوٹنا شروع کیا، چند ہی دن میں قریش کا ناک میں دم آگیا، اور انھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ عہد نامہ سے یہ دفعہ نکال دیجائے،

بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے

خطوطِ مسہ

صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضرت صلعم کو کفار مکہ کی حالت سے کچھ اطمینان نصیب ہوا تو آپ نے آس پاس کے بادشاہوں کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے، دجیمہ کلی کو قیصر کے پاس، عبداللہ بن حذیفہ کو خسرو پرویز بادشاہ ایران کے پاس، عاتل بن مہبہ کو یومصر کے پاس، عمرو بن اُمیہ کو نجاشی بادشاہ حبش کے پاس، سلیمان بن عمرو کو یامہ کے رئیسوں کے پاس، شجاع بن وہب کو حادث غسانی کے پاس خط لپکانے کی خدمت سپرد ہوئی،

غزوہ خیبر

خیبر مدینہ اور شام کے بیچ میں یہودیوں کا ایک جنگی مرکز تھا، یہاں اون کے بہت قلعے تھے، جہاں جہاں مسلمان پہنچتے جاتے تھے، یہودی وہاں سے ہٹ کر خیبر میں آکر دم لیتے تھے، اور وہاں کے سردار عرب کے رئیسوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی پر آمادہ کرتے تھے، آنحضرت صلعم نے چاہا کہ ان سے صلح کا کوئی معاہدہ ہو جائے، مگر انھوں نے زمانا، اور لڑائی ضروری ہو گئی، مسلمانوں نے مسہ کے آخر یا مسہ کے شروع میں خیبر پر چڑھائی کی، یہودیوں

نے قلعہ بند ہو کر ٹرنا شروع کیا، مسلمانوں کو ایک ایک قلعہ فتح کرنا پڑا، آخر کئی مہینوں کے بعد سارے قلعے سر ہوئے، کل ۹۳ یہودی اس لڑائی میں مارے گئے، لڑائی ختم ہونے پر یہودیوں کی درخواست پر زمین کی کاشت یہودیوں کے ہاتھوں میں رہنے دی گئی، اور مسلمانوں نے صرف حق مالکانہ پر قناعت کی،

(۸)

فتح مکہ

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں توحید کی تعلیم، بتوں کی یوجاٹانے، اور اپنے محبوب گھر کعبہ کو جس میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، بت پرستی کی گندگی سے پاک کرنے کے لئے بھیجا تھا، لیکن قریش نے اب تک اس کام کو پورا نہ ہونے دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی معاہدہ حدیبیہ کی وجہ سے جو دس سال کے لئے ہوا تھا، اس کام میں جلدی نہیں کی، لیکن قریش نے یہ معاہدہ توڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ پر چڑھائی کے لئے مجبور کر دیا، قبیلہ بنی خزاعہ مسلمانوں کا دوست تھا، بن قریش کو تلوار اٹھانے کا حق نہ تھا، لیکن انھوں نے ایک دوسرے قبیلہ بنی بکر کی دوستی میں جو بنی خزاعہ کا دشمن تھا، بنی بکر کے ساتھ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا، میں حرم (کعبہ) میں ان بچاروں کا خون بہایا، اون کی اس شرارت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بدلہ نہیں لیا، اور قریش کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ بے گناہ مارے جانے والوں کا خون بہا دو کریں، یا بنی بکر کا ساتھ چھوڑ دیں، یا صاف صاف کہہ دیں کہ معاہدہ ٹوٹ گیا، قریش نے کہا ہاں معاہدہ ٹوٹ گیا، اس صاف جواب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجبوراً رمضان ۱۰ھ میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے، اب حالت بدل چکی تھی پہلے

بہت بڑھ چکے تھے، اودن کے پاس ساز و سامان بھی کافی ہو چکا تھا پیش میں انہیں روکنے کا
 دم نہ تھا اس لئے معمولی سی جھڑپ کے بعد مسلمان مکہ میں داخل ہو گئے، اور اس شان و شکوہ
 کے ساتھ کہ قریش کے بڑے بڑے سردار اسلامی شان دیکھ کر ڈر گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اودن کو
 تسلی دی، کہ ڈرنے کا مقام نہیں ہو، کعبہ میں داخل ہو نیکی کے بعد آپ نے کعبہ کا طواف کیا، اور
 اور مارے بہت نکال سکے پھینک دیئے اس کے بعد آپ نے مکہ کے تمام لوگوں کو جمع
 کیا۔ اور ان کے سامنے تقریر کی، یہ عجیب وقت تھا، ایک زمانہ تھا جب حضور پہلے یار و مددگار
 کے سے نکلے تھے، قریش کا بچہ یکہ آپ کے خون کا پیاسا تھا، آج یہ دن تھا کہ اشارے سے پر جان
 دے دینے والے دس ہزار آدمی ساتھ تھے، دشمن سب کے سب سامنے موجود تھے،
 ہر قسم کے بدلے کا پورا موقع تھا، چاہتے تو ایک اشارہ پر ستر تن سے جدا کر سکتے تھے، لیکن
 آپ تو ساری دنیا کے لئے امن و راحت بنا کر بھیجے گئے تھے، آپ سے یہ کیوں کر ہو سکتا تھا
 آپ نے سب کی خطائیں معاف کر دیں، اور فرمایا جاؤ تم سب لوگ آزاد ہو، ابوسفیانؓ
 اسلام کے سخت دشمن تھے، جنہوں نے ہر موقع پر اسلام کو نقصان پہنچایا تھا، اور جو ہر لڑائی میں
 آگے آگے تھے، اودن تک کو حضور نے معاف کر دیا، اور صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس کے
 ساتھ یہ عزت بخشی کہ جو اون کے گھر میں پناہ لیتا، اس سے بھی معافی مل جاتی،
 قریش پر اس رحم اور مہربانی کا بہت اثر ہوا، اور وہ بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے،

(۹)

حنین

ابھی آپ مکہ ہی میں تھے کہ معلوم ہوا کہ ثقیف اور ہوازن کے قبیلے فساد پر تلے ہوئے ہیں، خبر ملے ہی فوراً ودھر روانہ ہوئے، حنین کے مقام پر مقابلہ ہوا، مسلمانوں کے پاس اس وقت بارہ ہزار فوج تھی، سامان بہت کافی اور اچھا تھا، لوگوں کے دل میں خیال آیا کہ جب ہم نے چند آدمیوں سے بڑی بڑی فوج کو بھگا دیا، تو اتنی طاقت کے بعد اب کون ہو جو ہم سے سامنے ٹک سکے، اللہ تعالیٰ کو یہ غور پسند نہ آیا، اور پہلے ہی حملہ میں پیرا دکھ گئے، صرف سولہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند خاص خاص صحابہ میدان میں رہ گئے، یہ حالت دیکھ کر حضرت عباسؓ کو حکم ہوا کہ مسلمانوں کو آواز دیں، آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ سب کے سب پلٹ پڑے اب کیا تھا، دم کے دم میں میدان کا رنگ بدل گیا، اور تھوڑی دیر میں دشمن صاف ہو گئے، جنگ ختم ہوئی، تو چھ ہزار قیدی پو پوئیں ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی قدموں کے پاس ڈھیر تھی،

حنین کے شکست خوردہ مشرک بھاگ کر طائف کے قلعہ میں جمع ہوئے، اور لڑائی کا سامان شروع کر دیا، اس لئے حنین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے، اور تھوڑے دنوں قلعہ کا محاصرہ کر کے لوٹ آئے،

(۱۰)

غزوہ تبوک ۹؎

تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان شام میں ایک مقام ہے، ۹؎ میں آنحضرت صلیم نے اس پر فوجی کشی کی اس کا باعث یہ ہوا کہ ۹؎ میں مدینہ میں نہایت زور و شور سے خبر پھیلی کہ رومی بڑے سامان سے مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں، نجم و جذام عرب قبیلے بھی اون کے ساتھ ہیں، چونکہ مسلمانوں اور شامیوں میں چھڑکائی تھی، اس لئے مسلمانوں کو اس کے صحیح سمجھنے میں تامل نہ ہوا، اور رسول اللہ صلیم نے تیاری کا حکم دیدیا، اتفاق سے امسال عرب میں سخت قحط تھا، گرمی بڑے غضب کی پڑ رہی تھی، اس لئے لوگوں کو بھگنا بہت شاق تھا، منافقوں کو موقع مل گیا، انھوں نے خفیہ مسلمانوں کو روکنا شروع کر دیا، مسلمان یوں ہی تنگدست تھے، قحط نے اور حالت زبوں کر دی تھی، اس لئے آنحضرت صلیم نے تمام قبائل عرب سے چذہ طلب کیا، متمول صحابہ نے بڑی بڑی زمینیں پیش کیں، حضرت عثمانؓ نے تین سو اونٹوں سے مدد کی، پھر بھی بہت سے صحابہ ناداری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، قرآن نے اون کی معذوری کی وجہ سے انھیں جہاد کی شرکت سے مستثنیٰ کر دیا، اور رسول اللہ صلیم حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر تین ہزار صحابہ کو لے کر مدینہ سے شام روانہ ہوئے، تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ رومیوں کے حملہ کی خبر صحیح نہ تھی، لیکن بالکل غلط بھی نہ تھی، ایک غسانی سردار عربوں سے ساز باز کر رہا تھا، آنحضرت صلیم نے میں دن قیام فرمایا، اس دوران میں ایلہ کے رئیس یوحنا اور جبار اور ادوس کے عیسائیوں نے آنحضرت صلیم کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کیا

دعوتِ ابجدل کا عوب سردار اکبر قیصر کے ماتحت تھا، آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کو اس کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا، اونھوں نے جا کر اوس کو گرفتار کر لیا، پھر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضری دینے کی شرط پر رہا کر دیا، چونکہ تنوک میں رومیوں کی تیاری کی کوئی خبر نہ ملی، اس لئے بیس دن قیام کرنے کے بعد آنحضرت صلعم واپس تشریف لے آئے،

(۱۰)

آخری حج

فتح مکہ کے بعد اسلام کی راہ سے بڑی رکاوٹ دور ہو گئی، اور چند ہی دنوں میں عورتوں کے کوٹنے کوٹنے میں اسلام کا فوہ پھیل گیا،

سنہ ۱۰ میں حضور نے حج کا ارادہ کیا، جس کو حجۃ الوداع یعنی رخصتی کا حج کہتے ہیں، کیونکہ یہ آپ کا آخری حج تھا، جب یہ خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ نکل پڑے، اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک لاکھ سے اوپر آدمی جمع ہو گئے، حج کے بعد آپ نے اپنا مشہور خطبہ دیا، آپ نے فرمایا:-

”لوگو! غور سے سنو، اور یاد رکھو، شاید پھر تم سے ملنے کا موقع نہ ملے جس طرح اس دن، اس مہینے، اور اس جگہ کی حرمت کرتے ہو، اسی طرح ایک سلمان کا خون، ہل اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام کا حساب لے گا، دیکھو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا، کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، جس طرح تمہارے حق عورتوں پر ہیں، اسی طرح عورتوں کے حق تمہارے اوپر ہیں، اور ان کے ساتھ نرمی کرنا، اور مہربانی سے پیش آنا، اور اللہ سے ڈر کر ان کے حق کا محاذ نہ کھینا“

غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، جو خود کھانا اور اونچین کھلاتا، جو خود پہنا
وہی اونچین پہنانا، ان سے کوئی خطا ہو تو معاف کر دینا، یا اونچین الگ کر دینا
وہ بھی اللہ ہی کے بندے ہیں، سختی درست نہیں،

نہ عربی کو عجیب (غیر عرب) پر فضیلت ہے، نہ عجمی کو عربی پر، سب مسلمان آپس
میں بھائی بھائی ہیں، تمہارے لئے کسی کی چیز اس وقت تک حلال نہیں ہے
جب تک کہ وہ خوشی سے نہ دے دے،

دیکھو نا انصافی نہ کرنا، میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا
ہوں جس کو اگر تم مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ چیز
قرآن ہے،

عمل میں خلوص، مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور جماعت میں اتحاد
(آپس میں میل)۔ تین باتیں ایسی ہیں جو دل کو پاک رکھتی ہیں:

تم لوگوں کو چاہئے کہ میری باتیں اور لوگوں کو پہونچا دو، جو یہاں موجود
نہیں ہیں، کیونکہ بہت سے لوگ سکران لوگوں سے زیادہ یاد رکھتے ہیں جو غور
اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔“

خطبہ ختم ہوا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ قیامت کے دن تم سے پوچھا جائیگا کہ میں
خدا کے احکام (حکم) تم تک پہونچائے یا نہیں، تو تم کیا جواب دو گے، لوگوں نے یکے بان
ہو کر کہا ہم گواہ ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام (حکم) ہم تک پہونچا دیئے، اور اپنا فرض ادا
کر دیا۔ یہ سنکر آپ نے آسمان کی طرف اٹھی اٹھائی اور تین بار فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ، اے
اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ، اس کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لائے،

(۱۱)

حضرتؑ کی وفات

حجۃ الوداع (آخری حج) ہی کے موقع پر قرآن مجید کی آخری آیت الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (آج میں نے تمہارے دین کو پورا کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دی، اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا،) اتر چکی تھی جس سے اشارۃ معلوم ہو گیا تھا، کہ اب حضور کو دنیا میں رہنے کی ضرورت باقی نہیں ہے، کیونکہ آپ جس کام کے لئے تشریف لائے تھے، اون کو پورا کر چکے، چنانچہ دو مہینے بعد صفر کی آخری تاریخ ۱۲ مین آپ کو بخارا آیا، اور دن پر دن بڑھتا ہی گیا، آخر ۶۳ برس کی عمر میں دو شنبہ کے دن بیت الاول (بارہ وفات) کی پہلی تاریخ کو وفات پائی،

جیسے ہی انتقال کی خبر پہلی سارے مدینہ میں کرا مچ گیا، بڑے بڑے مضبوط دل کے لوگ بدحواس ہو گئے، حضرت علیؑ جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے، حضرت عثمانؓ کو سکتہ ہو گیا، حضرت عبداللہ بن ابی سہل کا مارے صدمہ کے انتقال ہو گیا، حضرت عمرؓ کو پہلے یقین ہی نہ آتا تھا، جب یقین آیا تو بیہوش ہو کر گر پڑے، لوگوں کو جب ذرا سکون ہوا تو تہیز و تکفین (دکن دفن) کا انتظام ہوا، اور سنگل کے دن ربیع الاول (بارہ وفات) کی دوسری تاریخ کو وہیں حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں دفن ہوئے، وفات کے وقت ۶۳ سال کا سن مبارک تھا،

(۱۲)

اسلام کا اثر

شروع میں پڑھ چکے ہو کہ حضور سے پہلے عرب بلکہ ساری دنیا کی کیا حالت تھی ۳۲ برس کی مدت بھی کوئی ایسی مدت ہے لیکن انھیں چند برسوں میں سارے عرب کی گایا پلٹ گئی، اب نہ وہاں چور تھے نہ اٹھائی گیرے نہ کہین ڈاکا پڑتا تھا نہ کوئی قافلہ لٹتا تھا، ہر طرف خدا کے پاک و خلص بندے تھے، ایک سرے سے لیکر دوسرے تک سارے ملک میں امن تھا، ایک بوڑھی عورت یمن کے شہر صنعاء سے سونا اچھالتی چلتی تھی اور سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے مکہ پہنچتی تھی، اور کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ تھا، غنیمت کا مال آتا اور کئی کئی دن مسجد میں بلا چوکی پہرے کے کھلا پڑا رہتا لیکن لینا تو بڑی بات ہے، کوئی آنکھ اڑھا کر بھی نہ دیکھتا، کہ سوئے گا اپنا ہے، یا مٹی کا ڈھیر، کہاں تو عداوت و دشمنی کا یہ حال تھا کہ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا، یا یکایک یہ حالت ہو گئی کہ غیر عربیوں سے بڑھ گئے، اور پرانے اپنے ہو گئے، نفرت کے بجائے ہر طرف میں و محبت کا چرچا تھا، شراب ہوا دن کی گھٹی میں پڑی تھی، ایک قلم بند ہو گئی، ہوا جو اون کا رات دن کا کھیل تھا، بالکل ختم ہو گیا، برائی اور بدکاری کے اڑے اجر مل گئے، میلون ٹھیلون کا خاتمہ ہو گیا، بت مٹ گئے، بتانوں میں سناٹا چھا گیا، اب نہ کہین و دفعوں کی پوجا تھی، نہ پتھروں کی عبادت، نہ قرون پر سجدے ہوتے تھے نہ سرداروں اور بادشاہوں کے آگے سر جھکتے تھے، ہر طرف ایک ہی خدا کا ذکر تھا، اور اسی کے نام کی پکار،

ایمان کی قوت نے ہمت بلند کر دی، وہی مغلس و قلاش اور غریب و لاچار عرب

جن کی ساری زندگی بکریوں کی چرواہی اور اونٹوں کی دیکھ بھال میں بسر ہوئی تھی بادشاہت و سلطنت کے ارادے کرنے لگے، جو قیصر و کسری دروم و ایران کے بادشاہ کے نام سے لرز جاتے تھے، اور غسانوں کے خیال سے جن کی نیندیں اُچٹ جاتی تھیں، اب وہی آگے بڑھ کر اون کے تخت پر قدم رکھ دینا چاہتے تھے، جہاں ہر طرف فقر و افلاس تھا اونٹینوں کے دودھ اور گھجروں سے پیٹ پالتے تھے، چار چار دن کے بعد بھی دانہ کی شکل نظر نہیں آتی تھی، تھوڑے ہی دنوں میں وہاں اتنی دولت پھٹ پڑی کہ ہزاروں روپیے لے کر لوگ بکھتے تھے لیکن کوئی قبول کرنے والا نہ ملتا تھا،

سوچنے کی بات ہے کہ آخر چند برس میں یہ کیا پیٹ کیونکر ہو گئی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا وہ اور کون ذات تھی جس نے ساری دنیا بدل دی، فضلی اللہ علیہ وسلم،

دوسرا باب

خلافت راشدہؑ

(۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ،

پچھلے درقون میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات کسی قدر پڑھ چکے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ نے آپ کو اپنا سردار بنایا،

اس وقت ملک کی عجیب حالت تھی، ایک طرف عرب کے قبیلے اسلام سے پھر گئے، اور سیکمہ واسود وغیرہ نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا، جو اسلام پر قائم رہے، اُن میں سے بھی ایک بڑی تعداد نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، باہر کے حملے کا بھی ہر وقت ڈر تھا، حضرت ابوبکرؓ نے حالات کو ابھی طرح سے دیکھا، اور لوے غور کے بعد ایک آخری رائے قائم کر لی، آپ نے سب سے پہلے حضرت اُمّ اللہ کو حکم دیا کہ تمام کی طرف روانہ ہو جائیں، صحابہ نے بیہوش کیا کہ ملک کی حالت ابھی

اس خلافت راشدہ کے معنی میں صحیح اور درست قائم مقامی، چونکہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے قائم مقام تھے اور ان کے وقت میں ٹھیک ٹھیک اللہ کے قانون کے مطابق حکومت ہوتی تھی، اس لئے ان کا زمانہ خلافت راشدہ کہلاتا ہے،

اس وقت باہر فوج بھیجی کسی طرح مناسب نہیں لیکن حضرت ابو بکرؓ حالات کو سمجھ چکے تھے، اسلئے اپنی ریل پر بے رہے، اور حضرت اسمائہؓ کو روانہ کر دیا، جو چند ہی دنوں میں دشمنوں کو شکست دیکر مال سے لہرے چھیندے واپس آئے،

حضرت خالد بن ولیدؓ وغیرہ کے مقابلہ پر بھیجے گئے، اور اونھیں حکم دیا گیا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے بھی جنگ کی جائے، صحابہ نے اب بھی روکنا چاہا، لیکن حضرت ابو بکرؓ خود تلوار سے کرکھڑے ہو گئے، اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک رسی بھی دیتے تھے، اور اب اس سے انکار کرتے ہیں تو ان سے جنگ کروں گا، آپ کے اس ارادہ کو سن کر سب چپ ہو گئے اور فوجیں روانہ ہو گئیں،

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ معاملہ کو بالکل سمجھ گئے تھے، اون کی اس تدبیر سے سارا ملک تھرا اٹھا، اور سب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مسلمان بڑے مضبوط اور طاقتور ہیں اگر اون کے پاس کافی قوت نہ ہوتی تو اس طرح چاروں طرف فوجیں نہ روانہ کرتے، نتیجہ ہوا کہ دشمنوں کے چھٹے چھوٹ گئے، اور بے لڑے بھڑے ہزاروں لاکھوں آدمی تابعدار ہو گئے، جو مقابلہ پر آئے وہ بھی اس طرح لرزے اور کانپتے ہوئے کہ چند ہی لڑائیوں میں ہتھیار ڈال دیئے، سیکھ اور اس کے ساتھی مارے گئے، اور ملک میں پھر چاروں طرف اسلام کا ڈمکا بجے لگا،

(۲)

روم و ایران

رومی اور ایرانی دونوں ہمیشہ سے عربوں کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور اونھیں اپنا غلام سمجھتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضر و پرویز (بادشاہ ایران کو) اسلام

کی دعوت دی تو اس نے یہ کہہ کر نامہ مبارک (آپ کے خط) کو چاک کر ڈالا کہ افوہ میرے غلام کی یہ مجال کہ مجھے اس طرح خط لکھے، اس کے بعد کین کے گورنر کو حکم بھیجا کہ آپ کو گرفتار کر کے بھیج دے، رومیوں کے متعلق معلوم ہے کہ وہ مدت سے عرب پر حملہ کا ارادہ رکھتے تھے،

یہ تو خاص عرب کے ساتھ اون کا برتاؤ تھا، خود اپنے ملک میں رعایا پر جو ظلم و ستم ڈھا رہے تھے، اس کے ذکر سے آج بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اون کے مظالم سے خود اون کی رعایا پریشان تھی، اتفاق سے اسی زمانہ میں ایران میں بڑی گڑبڑ مچ گئی، یہاں کی حالت دیکھ کر عرب و ایران کی سرحد کے ان قبیلوں نے جن پر ایرانی ہمیشہ ظلم کرتے چلے آ رہے تھے، ایران کی سرحد پر حملہ شروع کر دیا، اور حضرت ابو بکرؓ نے اُکر کہا کہ ہلوگوں کو مصیبت سے بچانے کا یہی وقت ہو، آپ عربوں کے ساتھ ایرانیوں کی دشمنی سے ابھی طرح واقف تھے، مسلمانوں کو ایرانیوں کی عداوت سے بچانے کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اون کے کاؤں تک خدا کا پیغام پہنچا دیا جائے، اس لئے آپ تیار ہو گئے، اور پہلے حضرت خالدؓ کی ماتحتی میں ایران کی طرف فوج بھیجی گئی، جس نے چند ہی لڑائیوں میں عراق کا بڑا حصہ فتح کر لیا

(۳)

یہ مہموک،

ایرانیوں کی طرح رومی بھی مسلمانوں کے بڑے دشمن تھے، اور عرصہ سے عرب پر اپنا قبضہ جانے کی فکر میں تھے، ایک آدمہ مرتبہ اونھوں نے مدینہ شریف پر بھی حملہ کا ارادہ کیا تھا، اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے ایران کے ساتھ ساتھ تمام پر بھی فوج کشی کی تھی، اور

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، یزید بن ابی سفیان، عمرو بن العاص، اور بڑے بڑے صحابہ کو فوجیں دیکر شام بھیجا تھا، اور یہاں بھی ٹھیک اس وقت جب ایران میں لڑائی ہو رہی تھی، جنگ چھڑی ہوئی تھی، اور رومی بڑے جوار لشکر کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے، اس لئے یہاں حضرت خالد کی جو بڑے نامور بہادر تھے اور عراق میں تھے، سخت ضرورت تھی، اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں حکم عیسیٰ کہ فوراً وہاں جائیں، اور اپنی جگہ حضرت متیٰ کو مقرر کر جائیں، یہ حکم ملتے ہی حضرت خالد شام روانہ ہو گئے، اور یہاں کی اسلامی فوج کے سرداروں سے مل گئے، پہلا معاملہ کہ اجنادین کے مقام پر ہوا، جس میں رومیوں کو سخت شکست ہوئی، اب شام کے حاکم ہر کو سخت تاؤ آیا، اور اس نے تین لاکھ فوج مقابلہ کے لئے بھیجی، مسلمانوں کی تعداد کسی طرح چالیس ہزار سے زیادہ نہ تھی، یرموک کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، رومی بڑی ہمت اور بہادری سے لڑے، لیکن سخت شکست کھائی، اور لاکھوں لاشیں چھوڑ کر میدان سے بھاگ گئے،

اس لڑائی نے ادن کی ہمت توڑ دی، اور انہیں صاف نظر آنے لگا کہ چند ہی دن میں سارا شام ہاتھ سے نکل جائیگا،

(۴)

حضرت ابو بکرؓ کی وفات

یرموک کی لڑائی جاری تھی کہ جمادی الثانی ۳۱ھ میں حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا مدینہ کے قاصد نے (ہرکارہ) میدان یرموک میں آکر آپ کی وفات کی خبر سنائی،

آپ نے کل دو برس تین مہینے دس دن حکومت کی، لیکن اتنی ذرا سی مدت میں جتنے بڑے بڑے کام آپ نے کئے، وہ دوسرے سے برسہا برس — میں مشکل سے ہو سکتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی نبوت کے جھوٹے دعویداروں اور مرتدوں نے اسلام کا چراغ بجھا دینا چاہا، لیکن حضرت ابو بکرؓ نے نہایت مستعدی سے ان فتنوں کا قلع قمع کر دیا، آپ طبیعت کے نرم لیکن ارادے کے پکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا، صحابہ اُن کے مقابلہ میں تلوار اڑھانے کے مخالف تھے، لیکن حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا، جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبریٰ کا ایک پتھر بھی دیتا تھا، اس سے میں تلوار کے ذریعہ سے وصول کروں گا، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ بڑی گہری محبت تھی، ہر وقت جان و مال سے حاضر رہتے، کبھی سخت سے سخت موقع پر بھی آپ کے قدم پیچھے نہیں ہٹے، خلافت سے پہلے کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، لیکن خلیفہ ہونے کے بعد کام اتنا بڑھا کہ اس کے لئے وقت نہ نکل سکا، مجبوراً سب کے کھنہ سے اپنی گذراوقات کے لئے بیت المال (سرکاری خزانہ) سے کچھ تنخواہ لینے لگے، لیکن وفات کے وقت وصیت کر دی کہ اُن کی جائیداد بیچ کر یہ رقم سرکاری خزانہ میں واپس کر دی جائے،

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے زمانہ میں اس کا بڑا لحاظ رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو باتیں نہ تھیں، انہیں نہ ہونے دیا، اس لئے آپ کی خلافت نے باقاعدہ حکومت کی شکل اختیار کی، نہ کوئی عمارت بنوائی نہ خزانہ قائم کیا، نہ فوج کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا، جو روپیہ ماتا تھا، اس کو مسلمانوں میں دے لے کر چکا دیتے تھے، اور بیت المال میں جھاڑو پھروا دیتے تھے، جب جہاد کے لئے فوج کی ضرورت ہوتی تھی تو مسلمانوں کو جمع کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو نظام تھا عبیدہؓ اس کو قائم رکھا، حتیٰ کہ اس زمانہ کے عمدہ داروں میں بھی کوئی اول

نہیں کیا، آپ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن کا جمع کرنا ہے، اس لئے کہ قرآن مجید اس وقت
 چمڑے کے ٹکڑوں، اونٹ کی ہڈیوں، اور بکھور کے پتوں پر لکھا ہوا تھا، اور وہ بھی کسی ایک شخص
 کے پاس پورا قرآن نہ تھا، کسی کے پاس کوئی سورہ تھی، کسی کے پاس کوئی آیت تھی، کسی کے پاس
 کوئی ٹکڑا تھا، حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ پورے قرآن کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے تاکہ آئندہ ضائع
 نہ ہو جائے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ نہ ہوا تھا، اس لئے حضرت ابو بکرؓ کو مائل ہوا،
 لیکن پھر حضرت عمرؓ کے اصرار سے اس کی مصلحت سمجھ میں آگئی، اور آپ نے اذن صحابہ سے
 جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن لکھتے تھے، اور جن کو قرآن زیادہ خط تھا، بڑی احتیاط
 قرآن شریف ایک جگہ جمع کرایا، یہی قرآن ہم آج پڑھتے ہیں،

آپ بڑے نرم دل اور قیق القلب تھے، مزاج میں مطلقاً سختی نہ تھی، خلافت سے پہلے
 تجارت کے ذریعہ روزی پیدا کرتے تھے، خلافت کے بعد کچھ دنوں تک یہ مسئلہ قائم رہا، لیکن
 خلافت کے کاموں کی وجہ سے فرصت نہ ملتی تھی، اس لئے صحابہ نے سالانہ ۶ ہزار درہم
 وظیفہ مقرر کر دیا،

(۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱)

ایران

حضرت ابو بکرؓ نے انتقال کے وقت حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا، انتقال کے بعد باضابطہ بیعت ہو گئی، اور حضرت عمرؓ نے کام شروع کر دیا، عرب کی حالت تو حضرت ابو بکرؓ ہی کے زمانہ سے ٹھیک ہو گئی تھی، لیکن ایران اور شام کا معاملہ ابھی تک ابتدائی حالت میں تھا، اوپر بڑھ چکے ہو کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے حضرت خالدؓ شام روانہ ہو گئے تھے، اور اون کی جگہ حضرت ثنیٰ لشکر کے سردار مقرر ہوئے تھے، اس عرصہ میں ایرانیوں نے اپنی حالت درست کی اور ہرمز کی ماتحتی میں دشمنزاد فوج بھیجی، ثنیٰ بھی اپنی فوج لے کر آگے بڑھے، بابل کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا، ایرانی بڑی بہادری سے لڑے، لیکن آخر کار شکست کھائی اور میدان سے بری طرح بھاگے،

ایرانیوں کو اس بار سے سخت رنج ہوا، اب کی ادغون نے اپنے آپ کو اور مضبوط کیا، اور بہت زور سے مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں ثنیٰ نے یہ حالت دیکھی تو سیدھے مدینہ پہنچے، اور حالات بیان کئے، اوس وقت حضرت ابو بکرؓ کا آخری وقت تھا، حالات سن کر حضرت عمرؓ کو وصیت کی کہ اس طرف پوری توجہ کرین، چنانچہ حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہوتے

ہی حضرت ابو عبیدہؓ کو ایک بڑا لشکر دے کر روانہ کیا،

ایرانیوں سے کئی معرکے ہوئے، لیکن ہر مرتبہ میدان مسلمانوں ہی کے ہاتھ رہا، ایرانی سپہ سالار (فوج کے سردار) رستم کو یہ حالت معلوم ہوئی تو غصہ سے کانپ اٹھا، اور فوراً بہمن جاؤ کو تین ہزار فوج لیکر روانہ کیا، فرات کے کنارے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، مسلمان بڑی بہادری سے لڑے، لیکن عربی گھوڑوں کو کبھی ہاتھیوں سے سابقہ نہ پڑا تھا، اور ایرانی فوج میں ہاتھیوں کی پوری قطار تھی، اوں کو دیکھ کر گھوڑے بھڑکنے لگے، اس لئے مجبوراً عرب سوار گھوڑوں سے کود پڑے، اور تلواریں لے کر ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے، خود حضرت ابو عبیدہؓ نے بڑھکے سفید نشان کے ہاتھی پر تلوار چلائی، تلوار پڑتے ہی ہاتھی بلبل اٹھا، اور غصہ میں اگر اونکے سینے پر پیر رکھ دیا، جس سے سپیان چور چور ہو گئیں،

لڑائی بڑے زور سے جاری تھی، ایرانی جوش میں برابر بڑھتے چلے آ رہے تھے، اور مسلمان پیچھے ہٹتے جا رہے تھے، اتنے میں ایک شخص نے جا کر پل توڑ دیا، تاکہ مسلمان بھاگنے کا خیال چھوڑ دیں، اور جم کر لڑیں، لیکن لڑائی کا رنگ ایسا بگڑ چکا تھا، کہ ٹھنڈا دشوار ہو گیا، مجبوراً مسلمان پیچھے ہٹے، یہاں پل پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا، گھبراہٹ میں کوئی چار ہزار آدمی دریا میں ڈوب کر مر گئے، مٹی نے یہ رنگ دیکھا تو خود آگے جم کر کھڑے ہو گئے، اور پیچھے کے لوگوں کو تسلی دی، اور کہا کہ بے فکری سے پل بنائیں، جب پل بن گیا تو باقی آدمیوں کو حفاظت سے اُس پار نکال لے گئے، لیکن اتنے عرصہ میں نو ہزار آدمیوں میں سے صرف تین ہزار رہ گئے تھے،

حضرت عمرؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے حضرت مثنیٰ کی مدد کے لئے تاجر توڑ کئی جوڑ بھیجیں، اور مثنیٰ نے بھی فوج تیار کی، یہ سارا لشکر کویب میں جمع ہوا، ایرانی فوج بھی نہر کی مانتی میں آگے بڑھی، دونوں فوجوں میں بڑی سخت جنگ ہوئی، ایرانی بڑے جوش سے

لڑے، لیکن اب کی مسلمانوں سے ایک پیش نہ گئی، آخر شکست کھائی، اور ہزاروں آدمی کام آئے، خود سردارِ عدنان بھی مارا گیا،

اس خبر سے سارے ایران میں ہل چل مچ گئی، ملکہ آزادی دخت تخت سے اتاری گئی، اوس کے بجائے کم سن یزدگرد بادشاہ بنایا گیا، اب کی رسم خود لاکھوں سپاہیوں کے مقابلہ کے لئے نکلا، حضرت عمرؓ کو یہ حالات معلوم ہوئے تو ایک بڑی بھاری فوج جمع کی، اور خود اسے لیکر پہلے، لیکن صلیبیوں نے روکا کہ یہ مصیقت کے خلاف ہے، آخر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سردار مقرر کئے گئے،

قادسیہ میں جا کر مسلمانوں نے ڈیرا ڈالا، حضرت عمرؓ کا حکم تھا کہ پہلے بادشاہِ ایران سے صل لیا جائے اگر معاملہ طے ہو جائے تو خیر ورنہ بھرپور لڑائی شروع کی جائے، چنانچہ کچھ لوگ اس غرض سے یزدگرد کے دربار میں بھیجے گئے، لیکن کوئی بات طے نہ ہو سکی، اور لڑائی ٹھن گئی، اس مرتبہ بھی ہاتھیوں کا سامنا تھا، خونی گھوڑوں نے یہ کالی بلا کبھی کاسے کو دیکھی تھی، بدک بدک کر سننے لگے، یہ مصیبت ایسی سخت تھی کہ پیر اُٹھ کر طے جاتے تھے، خیر چون توں کسی نہ کسی طرح دن تمام ہوا، دوسرے دن مسلمانوں نے جھول اور برقعے ڈال کر اونٹوں کی ایسی ڈراؤنی شکل بنائی کہ ہاتھی دیکھ دیکھ کر بھاگنے لگے، اور ایرانیوں کی جان عذاب میں اُلگی، تیسرے دن مسلمانوں نے ہاتھیوں کو مار مار کے بھگا دیا، اور تلواریں لے کر جھٹ گئے، دن بھر اور رات بھر لڑائی ہوتی رہی، آخر دوسرے دن ظہر کے وقت ایرانی بھاگ بکھے، مسلمانوں نے بڑھ کر درفش کاہنی (ایرانی جھنڈا) چھین لیا، رستم زخم کھا کر بھاگا، اور نہر میں کود پڑا، چاہتا تھا کہ تیر کر نکل جائے لیکن ایک شخص ہلال بن عرفہ نے پکڑ کر قتل کر ڈالا، اس لڑائی میں تین ہزار ایرانی مارے گئے،

حضرت عمرؓ کو اس لڑائی کی بڑی فکر تھی، جب فتح کی خبر ملی تو بے حد خوش ہوئے،

قادسیہ کی فتح نے ایرانیوں کی کمر توڑ دی، دو ایک چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد حضرت
سید (مسلمانوں کی فوج کے سردار) نے بڑھ کر ایران کے پایہ تخت مدائن پر قبضہ کر لیا، یزید گرد
پہلے ہی بھاگ چکا تھا جو رہ گئے تھے، اوغسون نے اطاعت قبول کر لی، نو شیروان کے محل میں
پہلے شکرانہ کی نماز پڑھی گئی پھر وہیں جمعہ ہوا،

مدائن میں دولت کی کوئی حد نہ تھی، پانچواں حصہ جب مدینہ شریف پہنچا تو درہم
و دینار (سونے چاندی کے سکے) کے علاوہ ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگ گئے، مدائن
کے بعد صولاء اور اہواز وغیرہ میں چند لڑائیاں ہوئیں، آخری معرکہ ہنادن میں جاکر ہوا،
ڈیڑھ لاکھ ایرانی میدان میں آئے، مسلمانوں کی تعداد کل تین ہزار تھی، نعمان بن مقرن فوج
کے سردار تھے، ایرانی جی توڑ کر لڑے، اتنا خون بہا کہ میدان میں گھوڑوں کے پیر پھیلنے
لگے، نعمان زخم کھا کر گھوڑے سے گرے، لیکن گرتے گرتے حکم دیا کہ مجھے سنبھالنے کی ضرورت
نہیں، آگے بڑھ کر دشمنوں پر حملہ کرو، اون کے بعد حضرت حذیفہؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا، شام
ہوتے ہوئے ایرانی شکست کھا کر بھاگ نکلے، مسلمانوں نے ہمدان تک پیچھا کیا، اور اس پر بھی قبضہ کر لیا
فتح کے بعد ایک سپاہی نعمان کے پاس سے گزرا دیکھا تو آخری وقت تھا، سراپا ٹھایا،
اوغسون نے آنکھیں کھول دیں، اور پوچھا کیا ہوا، اس نے کہا فتح، کہا اللہ کا شکر ہے،
امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کو جلد اس کی خبر کر دی جائے، یہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں
حضرت عمرؓ کو جب اس فتح کا حال معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے، لیکن حضرت
نعمان کے غم میں بہت روئے، اس لڑائی میں تیس ہزار کے قریب ایرانی مارے گئے،
اس کے بعد اون کا زور ٹوٹ گیا، اور پھر کسی بڑی لڑائی کی ہمت نہیں ہوئی، یزید گرد
ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا تھا، اور مسلمان فوجیں عرصہ تک اس کا پیچھا کرتی رہیں،

لیکن اس وقت ہاتھ نہ لگا، اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مارا گیا،

(۲)

شام،

اوپر پڑھ چکے ہو کہ یرموک کی لڑائی نے رومیوں کی قوت توڑ دی تھی، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں، اون کی رہی سہی طاقت بھی ختم ہو گئی، اور سارا ملک شام مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا،

دشمن میں بہت دن لگے، لیکن آخر ایک دن موقع مل ہی گیا، وہاں کے بڑے پادری کے لڑکا پیدا ہوا، اس خوشی میں سارا شہر وہاں جمع تھا، حضرت خالدؓ نے موقع اچھا سمجھا، کچھ آدمی لے کر فوراً شہر میں اتر گئے، اور لڑائی شروع کر دی، رومیوں نے جو یہ دیکھا تو فوراً حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آکر صلح کر لی، اگرچہ اس وقت تک آدھا شہر فتح ہو چکا تھا، مگر چونکہ حضرت ابو عبیدہؓ صلح کر چکے تھے، اس لئے یہ حصہ بھی اسی حکم میں شامل کر دیا گیا،

دشمن کے بعد حصہ، قنسرین، اور قیساریہ وغیرہ فتح کر کے اسلامی فوجوں نے بیت المقدس کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے، شہر کے لوگوں نے کہا کہ ہم صلح کے لئے تیار ہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں، کہ یہ معاملہ خود خلیفہ (حضرت عمرؓ) سے طے ہو، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو سارے حالات کی اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے مدینہ میں حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام کیا، اور خود بیت المقدس روانہ ہو گئے، جابیمہ کے مقام پر فوج کے سرداروں سے ملاقات ہوئی، اور وہاں صلح نامہ لکھا گیا، اس کے بعد بیت المقدس روانہ ہوئے، اوس وقت آپ بہت ہی پیٹھے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے، لوگوں نے چاہا کہ اونہیں بدل کر اچھے کپڑے

پس لین لیکن آپ نے انکار کر دیا، اور فرمایا کہ ہمارے لئے اسلام کی عزت بہت ہے،
 بیت المقدس کے بعد پھر کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی، اور مسلمانوں نے رومی پانچت
 انطاکیہ میں جا کر جھنڈا لگا کر دیا، فیصلہ دوم نے یہ حال دیکھا تو ہوش اڑ گئے، جون تون ایک ہزار
 پر بیٹھ کر قسطنطنیہ کی راہ لی، اور سارا ملک شام مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا،

(۳)

مصر،

مصر بھی رومی حکومت کے ماتحت تھا، اور شام کی حفاظت کے لئے اس پر قبضہ
 کرنا ضروری تھا، اس لئے حضرت عمرو بن العاصؓ کا خیال تھا کہ مصر بھی فتح ہو جائے تو
 رومیوں کی طرف سے خطرہ جاتا رہے، چنانچہ ادھون نے حضرت عمروؓ سے اس کا ذکر کیا،
 پہلے تو انکار کیا لیکن جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے زیادہ زور دیا تو راضی ہو گئے، اور
 چار ہزار فوج دے کر ادھون مصر کی طرف روانہ کر دیا،

پہلا مقابلہ شہر فرامین ہوا، ایک مہینے کے قریب لڑائی ہوتی رہی، آخر رومیوں کو
 سخت شکست ہوئی، اور مسلمان آگے بڑھ کر خاص مصر تک پہنچ گئے، مقتول جو بادشاہ
 روم کی طرف سے یہاں کا حکمران تھا، پہلے سے مقابلہ کے لئے تیاری کر رہا تھا، جب
 مسلمان قریب آ گئے، تو قلعہ میں جم کر بیٹھ گیا، عمرو بن العاصؓ نے بہت کوشش کی، مگر
 کامیاب نہ ہوئے، جب زیادہ دن لگ گئے تو حضرت عمروؓ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت
 مقدادؓ کے ساتھ کوئی دس ہزار فوج بھیجی، اور سات مہینے تک اسلامی فوجیں قلعہ کو
 گھیرے پڑی رہیں لیکن کوئی صورت نہ نکلی، آخر ایک دن حضرت زبیرؓ نے ہمت کی

زمین لگا کر فصیل (چار دیواری) پر چڑھ گئے، اور اندر اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، اب کیا تھا مسلمان شہر میں داخل ہو گئے، متوقس نے امان مانگی جو منظور ہوئی،

متوقس نے یہ صلح نامہ سارے شہر کے لئے کیا تھا، لیکن ہر قل (بادشاہ روم) نے اسے منظور نہیں کیا، اور سمندر کے راستے ایک بڑی زبردست فوج اسکندریہ (شہر کا ایک بڑا شہر) بھی متوقس صلح کر چکا تھا اس لئے لڑنا نہ چاہتا تھا، لیکن قیصر روم کے خوف سے بظاہر جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا، لیکن دہ پردہ عمرو بن العاصؓ سے کہلا دیا کہ ہم اور ہماری قوم اس لڑائی میں شریک نہیں، اس لئے ہم لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہونچایا جائے، مسلمانوں نے اس کا وعدہ کر لیا، اور ساری لڑائی میں کسی قطبی (متوقس کی قوم) کو کوئی تکلیف نہیں پہونچی، رومیوں نے البتہ راستہ میں کئی جگہ مقابلہ کیا، لیکن ہر جگہ شکست کھائی، اسلامی فوج نے بڑھکر اسکندریہ کو گھیر لیا، چونکہ سمندر کی راہ کھلی ہوئی تھی، اس لئے رومیوں کی سب ضرورتیں پوری ہوتی رہتی تھیں، مسلمان مدت تک شہر کے سامنے پڑے رہے، آخر صلح ہو گئی، اور مسلمان شہر کی طرف واپس آ گئے،

اب سارے ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسلامی فوجوں کے لئے ایک شہر آباد کیا جو اب بھی قسطنطین کے نام سے مشہور ہے، ایک مسجد بھی بنائی جو آج تک جامع عمرو بن العاصؓ کے نام سے موجود ہے،

(۴) حضرت عمرؓ کی وفات

مدینہ میں فیروز نامی ایک پارس غلام رہتا تھا، ایک بار اس نے شکایت کی کہ میرے مالک سیرۃ مجھ سے ہر روز دو درم وصول کرتے ہیں، جو میرے لئے بہت زیادہ ہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کام کیا کرتے ہو اس نے کہا بڑھئی کا کام لوہاری اور نقاشی، آتے فرمایا ان کاموں کو دیکھتے ہوئے تو دو درم کچھ بھی نہیں ہیں، وہ اس فیصلہ سے بہت ناراض دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو اس نے آگے بڑھ کر آپ پر کئی خنجر مارے، تب تک لوگ بکڑین بکڑین لگی اور آدمیوں کو زخمی کیا، آخر بڑی مشکل سے ہاتھ آیا، لیکن ابھی کچھ ہونے بھی نہ پایا تھا کہ خود ہی خنجر مار کر مر گیا،

زخم لگنے کے تیسرے دن بدھ کے روز ۲۷ ذی الحجہ (بقرعید) ۳۳ھ کو حضرت عمرؓ نے وفات پائی، اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کئے گئے، آپ نے کل ساڑھے دس برس حکومت کی، مرتے وقت تک بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس (۲۲۵۱۰۳۰) مربع میل زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا،



(۵)

حضرت عمرؓ کے کارنامے

حضرت عمرؓ نے کل ساڑھے دس برس حکومت کی، لیکن اتنی ہی ذرا سی مدت میں روم و ایران کے پرہیزگار، قیصر و کسریٰ (روم و ایران کے بادشاہ) جن کے نام سے کبھی عربوں کے بدن میں پکپی پیدا ہو جاتی تھی، اب اون کے تخت اور تختین بیوؤں کے ہاتھوں میں تھے، وہی عرب جو درختوں اور پتھروں کے آگے سر جھکاتے تھے، دیوبی اور دیوتاؤں کے آگے ناک رگڑتے تھے، بادشاہوں کے سامنے سجدہ کرتے تھے، اب جو باہر نکلتے ہیں، تو اس شان سے کہ نہ بادشاہوں کو خاطر میں لاتے ہیں، نہ سلطنتوں کی پروا کرتے ہیں، نہ فوجوں سے ڈرتے ہیں، لاکھوں آدمی انھیں روکنے کے لئے بڑھتے ہیں لیکن جو سامنے آتا ہے، تنکے کی طرح جاتا ہے، لوگ حیران ہیں کہ اکبار کی یہ کیا ہو گیا، لیکن اس میں تعجب کی کیا بات ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہی ایسی زبردست تھی، جہاں ایک بار اسلام کا اثر ہوا، اور اللہ کا خیال دل میں جما بس پھر کیا تھا، ساری دنیا قدموں کے نیچے تھی، وہ اللہ کے ہو گئے تھے، اللہ اون کا ہو گیا تھا،

(۶)

نظام خلافت

جیسا کہ اوپر حضرت ابو بکرؓ کے حالات میں معلوم ہو چکا ہے کہ انھوں نے اپنے زمانہ میں عملی طور پر
 کے نظامات علیٰ حالہ قائم رکھے، اور اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں
 بہت سے ملک فتح ہوئے، بہت سی فوجیں اسلام لائیں، اس سے خلافت کا نظام وسیع
 کرنا پڑا، اور اس نے باقاعدہ اسلامی حکومت کی شکل اختیار کر لی، اس حکومت کے انتظامات
 کی فہرست بہت لمبی ہے، اس زمانہ کی ایک متدن سلطنت کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جو آپؐ نے
 قائم نہ کیا، لیکن ان سب کی بنیاد جمہوریت اور صحیح اسلامی تعلیمات پر رکھی،
 مجلس شوریٰ قائم کی، اکابر صحابہ اس کے ارکان تھے، تمام اہم معاملات اسی کے
 مشورے سے طے ہوتے تھے، اور عام مسلمانوں کو بھی نہایت آزادی کے ساتھ رے دینے کا
 اختیار دیا، مفتوح ملکوں کو مستند صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا، اور ان کی مردم شماری کرائی
 قابل کاشت زمینوں کا بندوبست کر کے ان کی پیداوار پر خراج و عشرت مقرر کیا، تجارت پر جگہ
 لگائی، صوبہ میں گورنر، کلکٹر، میرمنشی اور خزانچی مقرر کئے، عدالت اور پولیس کے محکمے علیحدہ قائم
 کئے، اور ہر ضلع میں فصل مقدمات کے لئے قاضی مقرر کئے، قانون کی عام واقفیت کے لئے
 محکومہ افتاء قائم کیا، عام نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے محکمہ احتساب قائم کیا، بیت المال کے لئے
 عظیم الشان عمارت بنوائی اور تمام ملک کے محاصل کے آمد و خرچ کے حساب و کتاب کا مکمل
 انتظام کیا، عام ضلعوں اور صوبوں میں سرکاری عمارتیں بنوائیں، رفاہ عام کے سلسلے میں سرکاری

ہل، مکہ اور مدینہ کے درمیان ہر ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں اور پانی کے مخزن تیار کر لئے۔
 زراعت کی ترقی کے لئے ملک میں متعدد نہریں کھدائیں، عراق میں کوفہ، بصرہ، موصل اور مرقین
 فسطاط جیسے بڑے شہر بسائے، کئی ہزار مسجدیں بنوائیں، ملک کے سارے اندر سے، لنگڑے، بوٹے
 اور پابھون کو دیکھنے ملتے تھے،

فوج کا بڑا دستہ انتظام کیا، چند برسوں میں کئی لاکھ مسلح فوج تیار کر لی، تمام بڑے
 بڑے اہم مقامات اور سرحدوں پر چھاؤنیاں قائم کیں، اور مضبوط قلعے تیار کئے، فوج کے
 علاوہ ملک کے امن و امان کے لئے پولیس کا محکمہ الگ قائم کیا، حکومت کے عہدہ داروں
 کی نہایت سختی سے نگرانی کرتے تھے، کسی بڑے سے بڑے عہدہ دار کو معمولی سے معمولی آدمی
 پر زیادتی کرنے کی جرأت نہ تھی، عام اعلان کر دیتا تھا، کہ جن جن لوگوں کو اپنے حاکموں اور
 عہدہ داروں سے کوئی شکایت ہو تو وہ صبح کے موقع پر جب کہ ہر صوبے کے حکام بھی موجود
 ہوتے ہیں، بیان کریں، اس طریقہ پر شکایت کا فوراً مذاکرہ ہو جاتا تھا، کسی عامل کو اسکی
 زیادتی پر چھوڑتے نہ تھے، بلکہ مجمع عام میں اسے سزا دیتے تھے،

بیت المال کی حفاظت کا بڑا خیال تھا، ایک جہہ بھی بے کار صرف نہ ہونے پاتا تھا،
 ایک مرتبہ آپ کو دوا کے لئے شہد کی ضرورت پڑی، شہد کی حقیقت کیا تھی، مگر جب تک
 مسلمانوں سے اجازت نہ لے لی، اس وقت تک نہ لیا،

رعایا کے آرام و تکلیف کا بڑا خیال تھا، راتوں کو گشت کر کے اون کے حالات کی
 تحقیقات کرتے، دروازہ ملکوں میں بجز مقرر کر رکھے تھے، جو ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی خبر بھیجے تھے،
 تمام رعایا کو آپ ایک نظر سے دیکھتے تھے، امیر غریب سب آپ کی بھگاہ میں برابر تھے، دونوں
 کے ساتھ یکساں برتاؤ تھا، انصاف میں کسی کی رو رعایت نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ اپنی اولاد

کو بھی نہ چھوڑتے تھے، ایک لڑکا اسی میں قضا کر گیا،

آپ نے مذہبِ اسلام کی بڑی خدمت کی، آپ کے زمانہ میں ہزاروں آدمی مسلمان ہوئے، ہزاروں مجیدین بنوائیں، حرم شریف اور مسجد نبوی کی عمارت بہت تنگ تھی اور کوسو وسیع کرایا، مجاہدین کے بال بچوں کے وظیفے مقرر کئے، اللہ کی کتاب اور رسول کے فرمان کو سارے ملک میں پھیلایا، ہر شہر میں قرآن کی تعلیم کے لئے مدرسہ قائم کئے، جن میں معمولی لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا تھا، اس لئے عربوں میں بہت جلد تعلیم پھیل گئی،

خود بڑے زبردست فاضل صحابی تھے، کئی مذہبی علم آپ نے ایجاد کئے، بڑے عابد و زاہد و متقی تھے، خدا کے خوف سے ہر وقت کا پناہ کرتے تھے، نہایت معمولی معمولی نوٹا جھوٹا کھاتے تھے اور بچے پرانے کپڑے پہنتے تھے، آپ کی زندگی ایسی سادی تھی، کہ آپ میں اور آپ کے غلام میں کوئی فرق نہ معلوم ہوتا تھا، آپ کا روزانہ خرچ کل دس ٹلے روز کا تھا، خیال کرنے کی بات ہے، کہ عرب، عراق، ایران، شام اور مصر جیسے ملک جس خلیفہ کے زیر فرمان ہوں اور قیصر و کسریٰ کے خزانے جس کے قبضہ میں رہے ہوں، اوس کی زندگی ایسی سادہ ہوا



(۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

(۱)

فتوحات

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کا انتخاب ہوا، آپ پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے، پہلے حضرت کی بیٹی حضرت رقیہؓ ان کے نکاح میں آئیں، ان کے انتقال کے بعد پھر دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح ہوا، آپ بڑے مالدار تھے، لیکن آپ کی دولت ہمیشہ اللہ کی راہ میں خرچ ہوتی رہی، بعض لڑائیوں میں پوری پوری فوج کا خرچ ادا کیا،

خليفة ہوتے ہی آپ نے ایک تقریر کی اور گورنروں اور فوج کے سرداروں کے نام حکم بھیجا کہ رعایا کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں، اس کے بعد انتظامات شروع کئے، ایران حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا، لیکن ابھی یزیدؓ (بادشاہ ایران) زندہ تھا جس کی وجہ سے آئے دن کوئی نہ کوئی فساد ہوتا رہتا تھا، حضرت عثمانؓ نے اس طرف پوری توجہ کی، چند ہی دن میں یزیدؓ کو مارا گیا، اس کے بعد اس قسم کے جھگڑے ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے، اور خراسان، سینان، افغانستان، اور خوارزم سے لیکر سندھ تک قبضہ ہو گیا

ایران پہلے ہی فتح ہو چکا تھا اب مسلمان آرمینیا کے علاقہ میں بھی گھس گئے، اور طغلس
 تک فتح کر لیا، ابھی تک مسلمانوں کے پاس جنگی جہاز بالکل نہ تھے، اسلئے سمندر میں رومیوں کا مقابلہ
 نہ کر پاتے تھے، شام کے گورنر حضرت معاویہؓ نے اس طرف توجہ کی، تھوڑے ہی دنوں میں
 ایک بڑی دست بیڑا بنا کر قبرص پر قبضہ کر لیا، اور جنگی دوتری دونوں پر اسلام کا جھنڈا اودھنے لگا،
 مگر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا، انھیں یاد ہو گا کہ اسکندریہ کے متعلق رومیوں
 سے صلح ہو گئی تھی لیکن اوغون نے وعدہ خلافی کی، اور موقع پا کر سمندر کے راستے پھر نوین
 اتار دیں، حضرت عمرو بن العاصؓ کو معلوم ہوا تو بڑھ کر سخت شکست دی، اور شہر پر قبضہ کر کے
 فیصلہ توڑ دالی، تاکہ پھر کوئی کھٹکانہ باقی رہے، ۳۲ھ میں عمرو بن العاصؓ کی جگہ عبداللہ بن
 سعد مصر کے حاکم مقرر ہوئے، اوغون نے ۳۲ھ میں شمالی افریقہ کے علاقہ طرابلس، تونس
 مراکش اور الجیرا کو وغیرہ فتح ہوئے، اور یورپ کی سرحد تک مسلمان پہنچ گئے، اسی زمانہ میں
 اوغون نے ہسپانیہ پر بھی حملہ کیا، اسی زمانہ میں ہرقل بادشاہ روم نے ایک مرتبہ پھر اپنا
 ملک واپس لینے کی کوشش کی، اور سمندر کی راہ سے شام کے ساحل پر حملہ کیا، لیکن اس مرتبہ
 مسلمانوں کے پاس بیڑا موجود تھا، امیر معاویہؓ خود اپنا بیڑا لیکر پہنچے، کھلے میدان میں گھسان کی
 لڑائی ہوئی جس میں رومیوں کو شکست ہوئی، اس کے بعد پھر اوغون نے کبھی ایسی ہمت نہ کی
 مشرق کا قریب قریب کل علاقہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا، ان میں سے
 بعض بعض مقاموں پر بغاوتیں ہوئیں، حضرت عثمانؓ نے نہایت مستعدی سے اوغون کو دیا
 اسی سلسلہ میں آرمینیا، آذربائیجان اور ایران کے گورنروں کے بعض وہ علاقے جو رہ گئے تھے،
 فتح ہو گئے، خراسان، افغانستان، اور ترکستان میں بعض نئے علاقے زیر نگین ہوئے، ماوراء النہر یہ
 بھی مسلمانوں نے فوج کشی کی لیکن یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی،

(۲)

مسلمانوں میں تفرقہ

اور

حضرت عثمانؓ کی شہادت،

شروع میں حضرت عثمانؓ کا زمانہ بہت اچھا رہا، مسلمان چاروں طرف بڑے میلے چارے تھے، اگر دو چار برس اور یہی حالت رہتی تو ساری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگتا، لیکن چند بد معاشوں نے سارا کام خراب کر دیا،

اوپر پڑھ چکے ہو کہ یہودی اسلام کے کیسے سخت دشمن تھے، شروع میں اونھوں نے ٹکڑا کے زور سے مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہا، اور اس کے لئے جان توڑ کوشش کی، لیکن جب کچھ نہ ہو سکا، تو دوست بن کر نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا، عبداللہ بن مساین کا ایک یہودی تھا، اسلام کی ترقی اس سے دیکھی نہ جاتی، لیکن کرتا کیا، اتنی طاقت نہ تھی، کہ کھل کر مقابلہ کرتا، آخر کچھ سوچ کر مسلمان ہو گیا، اب رات دن وہ اسی فکر میں رہتا کہ کسی طرح مسلمانوں میں بھوٹ پڑ جائے، آخر سوچتے سوچتے ایک بات اوس کے سمجھ میں آ گئی، اوس نے دیکھا کہ حضرت

علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریبی عزیز ہیں، ویسے بھی مسلمانوں میں اون کی بڑی عزت ہے، اگر اون کے نام پر حضرت عثمانؓ کے خلاف کام کیا جائے، تو بہت جلد کامیابی ہو سکتی ہے، لیکن مشکل یہ تھی کہ عرب بن صحابہ کا اثر کافی تھا جو حضور کے ساتھ رہ چکے تھے، اور اسلام کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے، اس لئے یہاں ایسی باتیں چل نہیں سکتی تھیں، عراق

کا علاقہ بھی بنایا فتح ہوا تھا، اگرچہ یہاں اسلام کافی پھیل گیا تھا، لیکن ابھی تک لوگوں کے
 دلوں سے ایرانی بادشاہ پرستی کا اثر دور نہیں ہوا تھا، ابن سبا کے لئے اس سے بہتر اور کون
 جگہ ہو سکتی تھی، فوراً مین سے مل کر بعصرہ آیا، اور یہاں پہنچ کر اپنا کام شروع کر دیا،
 یہ لوگوں سے ملتا اور کہتا کہ عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے
 عزیز قریب تو یوں ہی رہ گئے اور ادھر ادھر کے لوگ خلیفہ بن بیٹھے، اب بھی وقت ہے کہ
 حضرت عثمانؓ کو ہٹا کر اہل بیت کی جگہ حضرت علیؓ کو بادشاہ بنادو، صیابہ ہونے تو جواب دیتے،
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا دین پھیلانے آئے تھے، خدا غور سے کچھ اپنے خاندان میں بادشاہ
 قائم کرنے سے منع فرمایا ہے، آپ نے تو خود ہی فرمادیا تھا کہ نبی کوئی وراثت نہیں
 چھوڑے، آخری حج کے موقع پر صاف صاف فرمادیا تھا کہ عزت حسب نسب سے نہیں
 ملا کرتی، بلکہ اوس کے لئے عمل ضروری ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے، وہی عزت کا زیادہ
 حقدار ہے، اس بارہ میں آپ نے اتنی سختی فرمائی تھی کہ اپنے خاندان کے لئے زکوۃ وغیرہ
 کی آمدنی حرام کر دی تھی، تاکہ لوگ یہ نہ خیال کریں کہ یہ اللہ کا نام لے کر اپنے خاندان میں
 دولت جمع کرنا چاہتے ہیں، لیکن یہاں کون تھا، جو اس قسم کے جواب دیتا، عوامی اور ایرانی
 بھلا ان باتوں کو کیا سمجھتے، اُن کی تو ساری عمر بادشاہوں کی چوکھٹ پر سر رگڑتے گدی
 تھی، اور انھوں نے تو زندگی بھر یہی دیکھا تھا کہ باپ کے بعد بیٹا اور بیٹے کے بعد پوتا
 لے لے ایران بلکہ ساری دنیا میں یہی طریقہ تھا لوگ بادشاہوں کو خدا کی طرح مانتے، اُن کے آگے سجدہ
 کرتے اور معلوم نہیں کس کس طرح قتلیم بیالاتے، باپ کے بعد بیٹا اور بیٹے کے بعد پوتا تخت پر بیٹھا اور
 یہی درست سمجھا جاتا، لوگ دنیا کی ہر چیز میں اسی طریقہ کو صحیح سمجھتے تھے، بیون، دیون، ادب و زون کے معنی
 بھی ان کا یہی خیال تھا کہ باپ کی گدی بیٹے ہی کو ملنی چاہئے،

پر بیٹھتا ہے، انھیں کیا معلوم تھا کہ اسلام خاندانِ نسل اور خون کے یہی بندھن کاٹنے آیا ہے اور وہ ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے جس میں بادشاہ یا امیر وراثت اور خاندانی اثر کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی ذاتی قابلیت اور قوم کی رے سے منتخب ہوگا، نتیجہ یہ ہوا کہ ابنِ سبا کی باتیں اون کے دل میں اثر کر گئیں۔

رفتہ رفتہ بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر کو خبر ہوئی اور انھوں نے اسے شہر سے نکلوا دیا، اب یہ شخص کو ذہبونیجا، وہاں بھی اسی قسم کی شہادت کی اور کچھ دن کے بعد نکالا گیا یہاں سے شام گیا، لیکن وہاں حضرت امیر معاویہ کی وجہ سے اس کی کوئی تدبیر نہ چلی، وہاں سے بھاگ کر مصر پہنچا، یہاں اُس نے چپکے چپکے اپنا کام شروع کیا، اور تھوڑے دن میں اچھی خاصی جماعت بنالی،

حضرت عثمان بڑی نرم طبیعت کے تھے، اس لئے اون کے زمانے میں اون کے خاندان کے فوجیوں نے خلافت کے سبب سے ٹکے اپنے قبضہ میں کر لئے، اور چونکہ فوجیوں نے تجربہ نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی نہیں دیکھا تھا، اس لئے بے دھڑک جو چاہتے کہ گزرتے، حضرت عثمان کو اول اس کی اطلاع نہ ہونے پائی، اور ہوئی بھی تو اپنی نیکی کی وجہ سے چپ رہے، اس لئے عبداللہ بن سبا کی جماعت کو حضرت عثمان اور اون کے افسروں کو بدنام کرنے کا موقع مل گیا، اور وہ ایک سچ میں دس جھوٹ ملا کر طرح طرح سے مشہور کرتے،

نام بدل بدل کر نئی نئی جگہوں سے مختلف شہروں میں طرح طرح کے خط بھیجے، جن میں اپنے شہروں کی بری حالت دکھاتے، اور افسروں کا ظلم بیان کرتے، لوگ یہ چارے کیا جانتے، کہ اہل قصہ کیا ہے، پڑھکر افسوس کرتے اور کہتے کہ شکوہ ہے کہ ہم اس

مصیبت سے بچے ہوئے ہیں، غرض کہ چند ہی برس میں سارے ملک میں یہی چرچا ہونے لگا۔
اب مدینہ میں بھی اس قسم کی خبریں آنی شروع ہوئیں، لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو خبر دی،
اور کہا ذرا دریافت تو فرمائیے واقعہ کیا ہے، آپ نے اس غرض سے کمی معتبر آدمی روانہ
فرمائے، سب نے واپس آکر بیان کیا کہ کہیں کوئی خرابی نہیں ہے، ہر جگہ امن ہی، او
تمام کام پہلے کی طرح خیر و خوبی سے ہو رہے ہیں، لیکن بسائی (ابن سبا کے آدمی) برابر
جھوٹ پھیلاتے رہے، اس کا اثر یہ ہوا کہ ساری سلطنت میں حضرت عثمانؓ اور ان کے
افسروں کے خلاف قہقہے مشہور ہو گئے، یہاں تک کہ مدینہ میں بھی یہ ذکر ہونے لگا،
جب چرچا زیادہ ہوا، تو حضرت عثمانؓ نے تمام افسروں کو حکم بھیجا کہ
موقع پر حاضر ہوں، جب سب جمع ہوئے تو پوچھا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے، اور یہ خبریں
کیوں پھیل رہی ہیں، لوگوں نے کہا کہ صاف صاف تو پتہ نہیں چلتا، لیکن معلوم ہوتا ہے
کہ چند بد معاش مل کر اس قسم کی خبریں اڑاتے ہیں، چھن چاہئے کہ ایسے لوگوں کو بڑے
قتل کر دین تاکہ یہ فتنہ دب جائے، لیکن حضرت عثمانؓ ہمت ہی نرم مزاج اور رحم دل
تھے، اپنے امکان بھر وہ رعایا کا خون بہانا نہیں چاہتے تھے، چونکہ بسائی ابھی تک
ابھی طرح ظاہر نہیں ہوئے تھے، اس لئے انھوں نے صرف شبہ پر اتنی سخت کارروائی
کی اجازت نہیں دی، اور یہ آگ یوں ہی چپکے چپکے سلگتی رہی،

کچھ دنوں کے بعد کوفہ، بصرہ، اور مصر میں مقامات کے بسائی آپس میں ملے
کر کے مدینہ روانہ ہوئے، اور شہر کے باہر جا کر ٹھہر گئے، حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے
ان لوگوں کو بلایا، اور سب صحابہ کے سامنے ان سے کہا کہ اپنی شکایتیں بیان کریں جب
یہ سب کہہ چکے تو آپ نے ہر بات کا پورا پورا جواب دیا، اور اچھی طرح سمجھایا کہ صورت

کیا ہوا، انکا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ اپنے عویزدن کے ساتھ سلوک کیون
 کرتے ہیں، آپؓ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں اپنے ذاتی مال سے کرتا ہوں، سرکاری
 خزانہ سے کبھی ایک جہ بھی اون کو نہیں دیا، میرا تو یہ حال ہے کہ اپنے خرچ کے لئے بھی کبھی
 ایک مسیدہ (تھوٹھا) سرکاری خزانہ سے نہیں لیتا ہوں، آپؓ نے فرمایا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ مروان
 ابن حکم کو مکہ آنے کی اجازت کیون دی تو بھائی اس میں میرا کیا قصور ہے، رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے خود ہی اپنی زندگی میں اجازت دیدی تھی اب میں روکنے والا کون ہوں، تم
 لوگ کہتے ہو کہ میں نے نو جوانوں کو حاکم بنا دیا ہے، تو یہ کوئی بری بات نہیں، خود نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حضرت اسماءؓ کو (جو بہت کم عرصے) بڑے بڑے سن رسیدہ صحابہ پر امیر بنایا
 تھا، حالانکہ اس وقت اون کی عمر صرف سترہ سال کی تھی، میں نے جسے امیر بنایا ہو، اس کی
 لیاقت عقل، دینداری، اور ایمان داری کو جانچ کر امیر بنایا ہے، تم کہتے ہو کہ میں نے عبداللہ
 ابن سعد کو ایک بڑی رقم کیون دی، حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ خلیفہ کو انعام و اکرام دینے کا اختیار
 ہے، اوںھوں نے افریقہ کی فتح میں بڑی محنت کی تھی اس پر خوش ہو کر اوںھیں یہ انعام دیا گیا
 لیکن پھر بھی لوگوں کی ناخوشی کے خیال سے وہ واپس لے لیا گیا،

عرض کہ حضرت عثمانؓ نے اون کی ایک ایک بات کا پورا پورا جواب دیا، ہر ہر
 جواب پر صحابہ سے پوچھتے جاتے تھے کہ ٹھیک ہے، یا نہیں، سب کہتے کہ بالکل صحیح اور درست
 حضرت عثمانؓ نے ہر بات اس طرح صاف کر دی تھی کہ اگر سچ پچ کوئی شکایت
 ہوتی تو ختم ہو گئی ہوتی، لیکن ان لوگوں کا مقصد یہ تھوٹے ہی تھا، یہ تو صرف فساد چاہتے
 تھے، چنانچہ واپس جا کر پھر ادھر ادھر خط کتابت شروع کی اور غلط سلط باتیں بھیلانے
 لگے، اور اگلے سال حج و زیارت کے نام سے کوفہ، بصرہ، مصر سے سولہ سولہ آدمی

پلے، اس خیال سے کہ لوگ شبہ نہ کریں چار ٹکڑے کر کے آگے پیچھے روانہ ہوئے اور مدینہ سے تین منزل پہلے ٹھہر گئے، پہلے مدینہ کی حالت دیکھنے کے لئے دو آدمی روانہ ہوئے، پھر موقع دیکھ کر کچھ اور زیادہ لوگ آئے، اور حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے ملے، ان سے حضرت عثمانؓ کی برائیاں بیان کیں، اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں، کہ ان کے بجائے آپ خلافت کا کام سنبھالیں، لیکن ان تینوں بزرگوں نے صاف انکار کر دیا، تو یہ لوگ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے، اس کے بعد پھر اکٹھا ہو کر سب نے مدینہ پر دھاوا کر دیا، اور اگر حضرت عثمانؓ کا مکان چاروں طرف سے گھیر لیا، اور شہر میں اعلان دیکھا کہ دیا کہ جو شخص خیریت چاہتا ہو، ہتھیار رکھ دے،

حضرت علیؓ نے جا کر پوچھا کہ ابھی تو تم چلے گئے تھے، اب کیوں واپس آئے ہو، مصر والے بولے ہم تو چپ چاپ چلے جا رہے تھے، راستہ میں ہم نے ایک خط پڑھا حسین لکھا ہے کہ جب ہم مصر پہنچیں تو قتل کر دیئے جائیں، یہ سن کر حضرت علیؓ نے کوفہ اور بصرہ والوں سے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو، اونھوں نے بھی یہی جواب دیا، اب ان لوگوں کا جھوٹ بالکل ظاہر تھا،

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم سب کا راستہ تو الگ الگ ہے آخر تین منزل کے بعد تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ مصریوں کے لئے اس قسم کا حکم جاری تھا، جسے اونھوں نے پکڑ لیا ہے کہ مارے جوش کے مدد کے لئے آپہنچے، خدا کی قسم تم سب جھوٹے ہو تم نے پہلے ہی سے ساز باز کر رکھا تھا،

کوئی بات ہوتی تو جواب دیتے جھوٹ کہاں تک چلتا، حضرت علیؓ کے اعتراض پر یہ سب ہکا بکا ہو کر رہ گئے، جب کچھ جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگے، آپ جو چاہیں کہیں ہم تو

اس خلیفہ کو قتل کر کے رہیں گے، اس میں آپ بھی ہمارا ساتھ دیجئے، حضرت علیؑ نے ان پر لعنت کی اور کہا ہرگز نہیں، میں تمہارا ساتھ کسی طرح نہیں دے سکتا، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے ساتھ بھی ایسی ہی باتیں ہوئیں، انہوں نے بھی انہیں ڈانٹا، اور ان پر لعنت بھیجی، لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا، اور یہ سیدھے حضرت عثمانؓ کے پاس گئے، اور وہی جلی خط پیش کیا یہ خط ایسا صاف بنا ہوا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے دیکھتے ہی انکار کیا، کہ یہ نہ میرا خط ہے، اور نہ اس کی بابت کچھ جانتا ہوں، اگر پرچ کوئی واقعہ ہوتا تو یہ لوگ جان جاتے، لیکن ان کا تو منشا ہی کچھ اور تھا، اس لئے وہی رٹ لگائے رہے کہ نہیں ہم نہ مانیں گے، یہ تو آپ ہی کا خط ہے،

گھر پہلے ہی گھر چکے تھے، چند دن کے بعد نکلتا، بیٹھنا، دانہ پانی سب بند کر دیا، یہ بڑا نازک وقت تھا، بڑے بڑے صحابہ گھروں میں بند تھے، کسی کی بہت نہ پڑتی تھی کہ باہر نکل سکے سارے شہر میں انہی شیطانوں کا راج تھا، حضرت علیؑ نے جب دیکھا کہ وہ حضرت عثمانؓ کو نہیں بچا سکتے، اور باغی اون کو بھی بدنام کرنا چاہتے ہیں، تو اپنے صاحبزادے حسنؓ حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا، اور خود مدینہ چھوڑ کر چلے گئے،

غرض کہ مدینہ بالکل خالی ہو گیا، اور باغیوں نے آخر بائیس روز کے محاصرے کے بعد دروازہ میں آگ لگا دی، اور اُسے گر کر اندر گھس گئے، بعض لوگ پڑوس کے مکان سے کود کر پہنچ گئے، حضرت عثمانؓ قرآن مجید پڑھ رہے تھے، باغیوں (دلوہ کرنے والوں) نے تلوار ماری تو خُذْ كَيْفَ تَكْفُرُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر خون کے قطرے گرے آپ کی بی بی حضرت نائلہؓ نے بچانا چاہا تو اون کی انگلیاں سبیلی سے کٹ گئیں، قتل کے بعد سر کاٹا، پھر گھر کا سارا سامان لوٹ لیا،

یہ واقعہ ۸ رزی الحج (بقرعیہ) ۳۵ھ (۲۰ مئی ۶۵۶ء) کو ہوا، اسی دن سے مسلمان
ایسے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے کہ ہجرا ج تک جڑنا نصیب نہ ہوا، اب تک مسلمان اپنے خلیفہ
یا سردار کے خلاف ایک قدم بھی اٹھانا کفر کے برابر سمجھتے تھے، لیکن اس کے بعد یہ خیال
دل سے نکل گیا، اور ایک مسلمان کی تلوار دوسرے مسلمان کی گردن کاٹنے لگی، اور وہ
مسلمان جو زور و قوت میں بہاڑے تھے، آپس میں ٹکرا کے چور چور ہو گئے،

حضرت عثمانؓ نے شروع شروع میں بجنہ حضرت عمرؓ کے انتظامات قائم رکھے، لیکن
پھر کچھ دنوں کے بعد اس میں رد و بدل شروع کر دیا، آپ کے زمانہ میں مسلمانوں کا بھری
بیڑا بنا، امیر معاویہ کو بہت دنوں سے اس کا بڑا شوق تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں
دی تھی، شروع شروع میں حضرت عثمانؓ بھی انکار کرتے تھے، لیکن جب آپ کو یقین
ہو گیا کہ یہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے، تو اجازت دیدی، امیر معاویہ نے چند دنوں میں ایسا زبرد
میرا تیار کر لیا، کہ قیصر روم کے پاس جہازوں کے بیڑے کو نہایت زبردست شکست دی،
حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے زمانہ میں بہت سے رفاہ عام کے کام کئے، پل بنوائے،
سڑکیں نکوائیں، مسافر خانے تعمیر کرائے، لوگوں کے وظیفوں میں اضافہ کیا،

مذہبی خدمت بھی انجام دی، مسجد نبویؐ کی عمارت تنگ تھی، اسے بڑا کر بڑی
زبردست اور خوبصورت عمارت بنوائی، ادن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ قرآن
کی اشاعت کی، اور تم پڑھ چکے ہو کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے زمانہ میں قرآن مرتب کرا چکے تھے،
جو حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا ہوا تھا، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی مسلمانوں نے قرآن کی
قرآن میں اختلاف شروع کیا، کوئی کسی طریقہ سے پڑھتا، کوئی کسی طریقہ سے، حضرت عثمانؓ
کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ والا قرآن منگا کر اس کی نقلیں کرائے تمام ملکوں میں

بھیج دیں، اور جو قرآن تھے، اوغین لیکر ضائع کر دیا، مگر حضرت عثمانؓ نے فوراً یہ تدبیر نہ کی ہوتی تو مسلمانوں میں بڑا فتنہ پیدا ہو جاتا، اور اللہ کی کتاب میں اختلاف قائم ہو جاتا،

یہ سب کچھ آپ نے کیا، لیکن آپ نرم مزاج اور نیک ایسے تھے کہ سختی جانتے ہی نہ تھے، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ نظام خلافت کو کچھ آپ کے خاندان والوں نے اور کچھ آپ کے اختلاف نے گڑبڑ کیا، آپ کے مخالفین جو پہلے ہی تاک میں تھے آپ کو بدنام کر کے اتنا بڑا انقلاب برپا کر دیا جس کو تم اور پڑھ چکے ہو،

آپ بڑے نیک، نرم مزاج اور بردبار تھے سختی کرنا جانتے ہی تھے سختی سے سخت باتیں سن کر پی جاتے تھے، آپ کے دل میں خدا کا بڑا خوف تھا، ہر وقت خدا کے خوف سے کانپا کرتے تھے، نرم دیا آپ میں اتنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کا لحاظ کرتے تھے، حضرت عثمانؓ نے ابتدا سے ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی، اس لئے موٹا جھوٹا نہ کھا سکتے تھے، اور خوش خوراک و خوش لباس تھے، لیکن اس کے باوجود زہد تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، طبیعت میں بڑی سادگی تھی، لونڈے غلام سب کچھ تھے، لیکن اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے، دوسروں کے وقت پر بہت کام آتے تھے، اپنے خاندان کے تمام غریبوں کی پرورش اپنے روپیہ سے کرتے تھے،

۴

حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۱)

آپس کے جھگڑے

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد صحابہؓ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا، پچھلے باب میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے حالات پر مدہلکے ہو کہ مدینہ میں باغیوں کی حکومت تھی، ان کو کوئی دبانے والا نہ تھا، اس لئے یہ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ ہو گئے، ان کو نکالنا آپ کے بس میں بھی نہ تھا، اس لئے خاموش رہے،

خلافت کے بعد حضرت علیؓ بڑی سخت مشکل میں پھنسے ہوئے تھے، لوگ اگر کہتے کہ حضرت عثمانؓ کے قانون کو پوری پوری سزا دی جائے، حضرت علیؓ کی خود بھی یہی رائے تھی، لیکن مشکل یہ تھی کہ باغی (بلوائی) چاروں طرف ایسے چھا گئے تھے، کہ اون کے خلاف کچھ کرنا تو بڑی بات ہے، زبان سے بھی ایک لفظ نکالنا دشوار تھا، آپ نے لوگوں کو سمجھایا کہ ابھی ٹھہر جاؤ، ذرا حالت بدلے تو ان باغیوں کی خبر لیجائے، لیکن کچھ لوگ آپ کی مجبوری کو سمجھے نہ تھے، یا سمجھنا نہیں چاہتے تھے، اس لئے اون کا اصرار برابر بڑھتا جاتا تھا اور چونکہ قاتل آپ کی فوج میں آگئے تھے، اس لئے بعض لوگوں کو بدگمانی پیدا ہو گئی، کہ

آپ قصاص کو ملانا چاہتے ہیں، اور غنوں نے مکہ جا کر حضرت عائشہؓ سے کہا کہ عثمانؓ بڑے ظلم کے ساتھ مار ڈالے گئے، اور کوئی اون کا بدلہ لینے والا نہیں ہے، حضرت عائشہؓ نے گویہ بڑا اصرار ہوا، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی آگئے، آپ اون کو لے کر خود حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے نکل پڑیں،

حضرت علیؓ آپس میں جھگڑا لڑتی پسند نہ کرتے تھے، لیکن ایسی صورت میں کرتے کیا، قاتل آپ کے قبضہ میں نہ تھے، اور حضرت عائشہؓ وغیرہ اون قاتلوں سے بدلہ لینے کے لئے آمادہ تھیں،

غرض دونوں طرف کی فوجیں بصرہ کی طرف بڑھیں، جو عرب کا سب سے بڑا فوجی مرکز تھا، پہلے صلح کی بات چیت شروع ہوئی، چونکہ نیت دونوں کی اچھی تھی، اس لئے معاملہ جلد طے ہو گیا، بات کو دونوں طرف کے لوگ اطمینان سے سوسے لیکن بسائی (ابن سبا کے آدمی) کب پسند کرتے تھے کہ مسلمانوں میں میل ہو جائے، دوسرے اون کو سب سے بڑا ڈر رہ تھا کہ اگر آپس میں صلح ہو گئی تو اون کی پزیر نہیں، اسلئے اون غنوں نے ٹھان لیا کہ چاہے جو کچھ ہو جائے صلح نہ ہونے پائے، اس لئے رات گئے جب سب سو گئے تو سبائیوں نے اکٹھا ہو کر طے کیا کہ کچھ لوگ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عاتشہؓ کے خیموں کے پاس کھڑے ہو جائیں، باقی لوگ دونوں لشکروں پر حملہ کر دیں، جب شور ہو، اور حضرت علیؓ پوچھیں کہ کیا ہوا تو کہا جائے کہ حضرت عائشہؓ کے لشکر نے حملہ کر دیا ہے، اسی طرح جب حضرت عائشہؓ یا حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ پوچھیں تو کہہ دیا جائے کہ حضرت علیؓ کی فوج نے حملہ کر دیا ہے، اس طرح اچھی خاصی جنگ شروع ہو جائے گی،

جنگ جمل | اے پاس ہو گئی تو یہ لوگ خوشی خوشی اٹھے اور صبح ہونے سے پہلے دونوں فوجوں پر حملہ کر دیا، حضرت علیؓ نے پوچھا تو کہا کہ حضرت عائشہؓ کے آدمیوں نے چھاپا پارا ہے، حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو کہا کہ حضرت علیؓ کے لشکر نے حملہ کر دیا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف کے لوگوں کو غصہ آیا، اور صبح ہوتے ہوئے ابھی غاصی جنگ شروع ہو گئی، دن بھر بڑی سخت لڑائی رہی، آخر بڑی مشکل سے شام کے قریب حضرت عائشہؓ کا اونٹ زخمی ہو کر گرا تو لڑائی ختم ہوئی، لیکن اس وقت تک دس ہزار آدمی مارے جا چکے تھے، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اسی میں شہید ہوئے، عمرو بن جرموزان حضرت زبیرؓ کا سر کاٹ کر حضرت علیؓ کے پاس لایا، وہ سمجھتا تھا کہ انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا جائیگا، لیکن حضرت علیؓ دیکھتے ہی رو پڑے، اور فرمایا کہ زبیرؓ کے قاتل کو بہنم (دور) کی بشارت دیدو،

لڑائی ختم ہونے کے بعد حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے، اور آپؐ میں صفائی ہو گئی، اس کے بعد حضرت عائشہؓ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئیں، رخصت ہوتے وقت خود حضرت علیؓ کئی میل تک ساتھ تشریف لے گئے، اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو حفاظ کے لئے مدینہ تک ساتھ بھیجا،

صفین کی لڑائی | ابھی خدا خدا کر کے ایک جھگڑے سے نجات ملی تھی کہ اس سے بھی بڑا دوسرا جھگڑا کھڑا ہو گیا، امیر معاویہؓ شام کے گورنر تھے، حضرت علیؓ نے اون کو معزول کر دیا، امیر معاویہؓ بھی معزول کو ماننے والے آدمی نہ تھے، اس لئے حضرت علیؓ کے خلاف ہونے لگے، امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قریبی عزیز تھے، اون کو آپؐ کی شہادت کا غم تھا، اور

لے اونٹ کو بولی میں جمل کہتے ہیں، اسی لئے اس لڑائی کا نام جنگ جمل ہے،

حضرت عثمانؓ کے قاتل حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، اس لئے امیر معاویہؓ کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا، اور وہ حضرت علیؓ کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جب ان کے پاس بیعت کرنے کے لئے کہلایا تو انھوں نے جواب دیا کہ جب تک عثمانؓ کے قاتلون کو ہمارے حوالہ نہ کر دو گے ہم بیعت نہ کریں گے، لیکن حضرت علیؓ اس کے متعلق کیا کر سکتے تھے، ان کے پاس اتنی طاقت کہاں تھی کہ چار یا پنج ہزار باغیوں کو سزا دیتے، اس لئے امیر معاویہؓ فوج لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؓ بھی بڑھے، سترہ سو مصیفین کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، مہینوں بڑی سخت لڑائی ہوتی رہی، اس لڑائی میں ایک لاکھ کے قریب آدمی مارے گئے، آخری دن سارا دن اور ساری رات تلواریں چلتی رہی، دوسرے دن صبح کو شامی پیچھے ہٹنے لگے، اور قریب تھا کہ بالکل شکست کھا جائیں کہ یکایک نیزوں پر قرآن بلند کر کے پکارتے لگے کہ ہمارے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب فیصلہ کرے گی، حضرت علیؓ نے بہتیرا سمجھایا کہ یہ ایک چال ہے لڑائی جاری رکھو، بس اب فتح ہوا ہی جاہلی ہے، لیکن بھلا یہ کب سننے والے تھے، یہ تو حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے شیر ہو گئے تھے، جب حضرت علیؓ نے زیادہ زور دیا تو بگڑ کر کہنے لگے، بس رستے دیجئے، اگر آپ نے جنگ ختم نہ کی تو آپ کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا، جو حضرت عثمانؓ کیساتھ ہو چکا ہے، مجبوراً حضرت علیؓ کو فوجیں ہٹالیں پڑیں اور ابھی خاصی جیتی جتائی لڑائی ہار جانی پڑی، اس کے بعد دونوں طرف سے دو آدمی مقرر ہوئے، کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیں، حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ تھے اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن عامرؓ تھے، اس کے بعد حضرت معاویہؓ دمشق چلے گئے، اور حضرت علیؓ کو نہ واپس آ گئے،

تھوڑی بحث کے بعد دونوں نے مل کر ملے کر دیا کہ حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ دونوں خلافت سے الگ کر دیئے جائیں، اور مسلمان کسی تیسرے شخص کو خلیفہ بنالین وقت پر دونوں بچوں نے اپنا فیصلہ سنایا، ابو موسیٰ نے دونوں کو معزول کر دیا، لیکن جب عمر بن العاصؓ کی باری آئی تو اوہ انھوں نے کہا کہ میں علیؑ کو معزول کرتا ہوں، لیکن معاویہؓ کو جو عثمانؓ کے خون کے ولی ہیں، برقرار رکھتا ہوں، ظاہر ہے یہ فیصلہ حضرت علیؑ کی طرح نہیں مان سکتے تھے، اس لئے آپؐ نے پھر شام پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا، لیکن خود اوں کے لشکر میں جھگڑا پیدا ہو گیا، اور خارجیوں کی ایک نئی جماعت پیدا ہو گئی، جو خود حضرت علیؑ کی مخالفت ہو گئی،

اس کی تین بھی وہی سبائی (عبداللہ بن سبا کے آدمی) کام کر رہے تھے، اوپر پڑھ چکے ہو کہ یہ لوگ کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ لڑائی ختم ہو، جنگ جمل (حضرت علیؑ والی لڑائی) انہی کی دہم سے ہوئی، صفین (حضرت معاویہؓ والی لڑائی) کا معرکہ انہی کی بددلت پیش آیا، پھر حضرت علیؑ کو فتح ہونے لگی، اور ان لوگوں کو نظر آیا کہ اس کے بعد ہماری باری ہے، تو قرآن کی آئی اور حضرت علیؑ کو مجبور کیا کہ حیاتی جانی لڑائی ختم کر دے، پھر جب پنج مقرر ہوئے، اور اوہیں معلوم ہوا کہ صلح ہو جانے والی ہے، جس کے بعد ہماری خیر نہیں، تو اسے کفر قرار دیا، اور حضرت علیؑ سے کہنے لگے کہ اس گناہ سے توبہ کیجئے، ورنہ ہم آپؐ کا ساتھ چھوڑ دین گے،

اب جب حضرت علیؑ نے غلط فیصلہ ناپسند کیا، اور چاہا کہ شام پر چڑھائی کریں تو اوہیں خیال ہوا کہ اگر اس میں حضرت علیؑ کو کامیابی ہو گئی تو اس کے بعد ہمارا فیصلہ لہذا اوہوں نے اس کی مخالفت کی، اور شام کی طرف جانے کو بجائے خود حضرت علیؑ

کے خلاف ہو گئے، اور ہنگامہ شروع کر دیا، حضرت علیؑ نے لاکھ لاکھ کوشش کی کہ یہ کسی طرح سمجھ جائیں، اور اپنی شرارت سے باز آجائیں، لیکن انھوں نے ایک نہ سنی اور سنتے کیسے ان کا تو مقصد یہی تھا، کہ مسلمانوں میں تفرقہ قائم رہے، مجبوراً حضرت علیؑ نے ادن کے مقابلہ کی تیاری کی، اور ہمدان کے مقام پر بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی، جس میں خارجیوں کو سخت شکست ہوئی،

یہ قصہ ختم ہوا تو حضرت علیؑ نے پھر شام کا ارادہ کیا، لیکن کوئی بھی تیار نہ ہوا، اول جھوٹ موٹ بہانے کر کے گھروں میں بیٹھ رہے، حضرت علیؑ نے یہ رنگ دیکھا تو کوفہ واپس تشریف لائے، یہاں روزانہ تقریریں کرتے، اور لوگوں کو جوش دلاتے، لیکن نتیجہ کچھ نہ ہوا، آخر عاجز ہو کر شام کا خیال ہی چھوڑ دیا، آخر میں دونوں طرف کے لوگ بڑے رد و کد اور خط و کتابت کے بعد شام میں اس بات پر رضامند ہوئے کہ شام اور اوس کے لمحات پر امیر معاویہ، اور عراق اور اوس کے لمحات بجاز و خراسان وغیرہ پر حضرت علیؑ حکومت کریں،

(۲) حضرت علیؑ کی شہادت

خارجیوں کی جو جماعت، حضرت علیؑ کے طرفداروں سے الگ ہو گئی تھی، گو ہمدان میں اوس کی کمرٹ گئی تھی، مگر اوس جماعت کے لوگ ملک میں اب بھی باقی تھے، ادن میں سے تین آدمیوں نے مل کر یہ عہد کیا کہ حضرت علیؑ، امیر معاویہ اور عمرو بن العاصؓ تینوں کا ایک ہی دن ایک ہی وقت خاتمہ کر دیں،

۵۔ رمضان سنہ ۱۰ کو صبح کے وقت آپ کو فہ کی مسجد میں نماز پڑھنے جا رہے تھے، مسجد میں قدم رکھتے ہی عبدالرحمن بن ملجم خارجی نے سر پر تلوار ماری، زخم ایسا گہرا تھا کہ بچ نہ سکے، اور تیسرے دن، ۷ رمضان سنہ ۱۰ کو آپ کا انتقال ہو گیا، انا اللہ وانا الیہ راجعون، امیر معاویہ پر بھی اسی دن اسی وقت دمشق کی مسجد میں حملہ ہوا، مگر وارا وچھا پڑا، اور بچ گئے، عمرو بن العاصؓ اتفاقاً اوس دن مسجد نہ جاسکے تھے، اون کی جگہ ایک دوسرا شخص نماز پڑھنے نکلا اور شبہ میں مارا گیا،

حضرت علیؓ کے خلیفہ ہوتے ہی چاروں طرف ایسے جھگڑے اوٹھ کھڑے ہوئے تھے، آپ کو مسلمانوں کی خدمت کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا، تاہم حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بنی امیہ کے آدمیوں نے جو بے عزتیاں اور خرابیاں پیدا کر دی تھیں، اون کو یک قلم مٹا دیا اور اپنے حاکمون اور عہدہ داروں کی ہمیشہ نگرانی کرتے رہے، کہ وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھنے پائیں، رعایا کے ساتھ ان کا طرز عمل بڑا شفقانہ تھا، آپ علم کے اعتبار سے اپنے تمام ساتھیوں میں بہت ممتاز تھے، فیصلے تو آپ کے جیسے کوئی کر ہی نہیں سکتا تھا، آپ نے بڑے دھچپ دھچپ مقدمات فیصل کے بن، تقریر بڑی اچھی کرتے تھے، آپ کے زمانہ میں آپ کے پلہ کا کوئی مقرر نہ تھا،

بڑے عابد و زاہد خلیفہ تھے، نہایت سادہ اور معمولی طرح رہتے تھے، روکھا سوکھا کھانا کھاتے تھے، اور موٹا جھوٹا پہنتے تھے، اصل بات یہ ہے کہ آپ فیاض اتنے بڑے تھے کہ پیسہ یا تحون میں رکنا ہی نہ تھا، ادھر آیا، ادھر گیا، کوئی فقیر محتاج آپ کے در سے مایوس نہ ہوتا تھا، کبھی ایسا ہوتا تھا کہ گھر کا کل کھانا فقیر کو کھلا دیا، اور خود بھوکا رہنا پڑا، آپ کے مزاج میں بڑی سادگی تھی، اپنا ہوتا نک اپنے ہاتھوں سے ٹانگ لیتے تھے،

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ،

حضرت علیؑ کی وفات کے بعد عراق کے لوگوں نے آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت امام حسنؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، امام حسنؑ بڑے نیک اور نرم مزاج تھے لڑائی جھگڑے کو سخت ناپسند کرتے تھے، امیر معاویہؓ ادن کی نیکی کو سمجھتے تھے، اس لئے اون کی بیعت کے بعد سارے ملک پر قبضہ کر لینا چاہا، حضرت حسنؑ اپنی حکومت کے لئے مسلمانوں میں جھگڑا فساد نہیں چاہتے تھے، اس لئے اونھوں نے فوراً حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی اور سارے ملک کی حکومت ادن کے سپرد کر دی،

ربیع الاول (بارہ وفات) ۴۰ھ کو یہ صلح نامہ ہوا، اور مدت کے بعد مسلمان پھر ایک جھنڈے کے نیچے آ گئے، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی، کہ ”میرا یہ بیٹا سید ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادیگا۔“

تیسرا باب بنی امیہ کی خلافت،

(۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ،

(۱)

ملک کا انتظام،

حضرت امام حسنؑ سے صلح کے بعد خلافت پورے طور سے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں آگئی، اور بہت دنوں تک آپؓ ہی کے خاندان میں رہی، ۲۵ ربیع الاول (بارہ وفات) سالہ کو آپؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، اور مدت کے بعد مسلمان پھر ایک جھنڈے کے نیچے آئے۔ آپؓ بہت ہی لائق اور سچے بادشاہ ہوئے، بن، رعایا کے ساتھ بڑی محبت اور نرمی سے۔ اے حضرت کے نکلے دادا (دادا کے دادا) عبد مناف کے دو لڑکے تھے (۱) ہاشم، (۲) امیہ، ہاشم کی اور امیہ ہمارے حضرت بن، اور امیہ کی اولاد میں امیر معاویہؓ مروان اور ان کا خاندان یہ لوگ اموی یا بنی امیہ کہلاتے ہیں،

تھے جب تک بالکل مجبور نہ ہو جاتے، ہرگز کسی کو سزا نہ دیتے تھے، آپ کی اسی حکمت و تدبیر تمام ملک میں من ہو گیا،

عراق میں البتہ آئے دن جھگڑے بکھڑے ہوتے رہتے تھے، پہلے آپ نے چاہا کہ نرمی سے کام چل جائے تو اچھا ہے، لیکن عراقیوں کو تو تم جانتے ہو کہ کیسے شیر تھے، جیسی جیسی اون کے ساتھ رعایت ہوتی اور جس قدر اونھیں طرح دی جاتی ویسے ہی وہ اور شیر ہوتے جاتے آخر جب کسی طرح کام نہ چلا تو حضرت معاویہؓ نے زیاد کو یہاں کا حاکم بنا کر بھیجا، زیاد نے بصرہ پہنچ کر ایک سخت تقریر کی اور کہا کہ

”ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے گھر اور خاندان کے لوگوں کو برائی سے روکے ورنہ گنہگار کے بدلہ بے گناہ کو بھی سزا دون گا، بھاگنے والے کے بدلے موجود کو پکڑوں گا، رات کو باہر پھرنے والا قتل کر دیا جائیگا، جو کسی کے گھر آگ لگائے گا میں خود اسے جلا دوں گا، جو کسی کے گھر میں سینہ کاٹے گا میں اس کا دل چیر ڈالوں گا، کفن گھسوٹوں کو اسی قبر میں زندہ گاڑ دوں گا، اگر جاہلیت کی کوئی بات کسی کی زبان سے نکلی تو اس کی زبان کاٹ کر پھینک دوں گا،

(ہاں) جو حکم مانے گا اس کے ساتھ اچھا سلوک ہو گا، حاجت مند کے لئے میرا دروازہ ہر وقت کھلا ہے، رات برات جب چاہے آسکتا ہو، میں اس کی ضرورت پوری کرنے کو تیار ہوں“

زیاد نے صرف تقریر ہی نہیں کی بلکہ اس پر پورا پورا عمل کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی دن میں سارے فقے ذب گئے، اور یہ حالت ہو گئی کہ مکانات اور دکانوں کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے، لیکن کیا خیال کہ کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے، سڑک پر کسی کی کوئی چیز

گر جاتی تو اسی طرح پڑی رہتی غار جیون کی فوت بھی قریب قریب ختم ہو گئی،

(۲)

فتوحات

حضرت معاویہ کے زمانہ میں رومیوں سے کئی لڑائیاں ہوئیں جنہیں مسلمانوں کو فتح ہوئی، آخر قسطنطینہ پر ایک زبردست حملہ کیا گیا، لیکن کامیابی نہیں ہوئی، آفریقہ کا انتظام عقبہ بن نافع کے سپرد ہوا، اور اون کی کوششوں سے قریب سارا بربری علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا، اور مصر سے لیکر مراکش تک اسلامی جھنڈا لہر نے لگا، یہاں اونھوں نے قیروان آباد کر کے فوجی جھاوٹی قائم کی، عقبہ کی ہمت کا یہ حال تھا کہ جب فتح کرتے کرتے بحر طلائع کے کنارے پہنچے تو سمندریں گھوڑے ڈال دیئے، لیکن جب آگے پانی ہی پانی نظر آیا تو رک گئے، اور فرمایا :-

”اے اللہ یہ سمندر روکتا ہے، نہیں تو جہان تک زمین بتی تیری راہ میں لڑتا

چلا جاتا“

(۳)

ولی عہدی

امیر معاویہ خلافت راشدہ کا طریقہ ختم کر کے بادشاہت قائم کرنا چاہتے تھے، اسلئے جب اون کی عمر آخر ہونے کو آئی تو منیرہ بن شبہ کی رائے سے اپنے لڑکے یزید کو ولی عہد بنا کر

اس کی بہت لمبی شروع کر دی،

لیکن ابھی ملک میں یرید سے بدرجہا بہتر لوگ موجود تھے، اسلئے بعض بزرگوں نے اسے پسند نہیں کیا، حضرت امام حسینؑ، حضرت عبداللہ بن زبیرؑ، حضرت عبداللہ بن عمرؑ، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؑ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؑ نے سخت مخالفت کی، کہ اس سے اسلام کی جمہوری روح مٹ جائیگی، اور آئندہ کے لئے شخصی حکومت کا بیج پڑ جائیگا، کچھ شک نہیں کہ ان بزرگوں کی یہ رائے درست تھی، اس سے اسلام کو ایسا سخت دھچکا لگا کہ آج تک سنبھلنا نصیب نہ ہوا، لیکن اس وقت بڑی مشکل یہ تھی کہ بنی امیہ کی قوت بہت بڑھ گئی تھی اور وہ سارے ملک پر چھائے ہوئے تھے، اس لئے ان کے خلاف کچھ کرنا ناممکن تھا، حضرت میسرہ بن شعبہؑ اور حضرت معاویہ ان حالات کو خوب سمجھتے تھے، اور یحییٰ اچھی طرح معلوم تھا کہ بنی امیہ نے بڑی محنت سے سلطنت حاصل کی ہے، اور اب کسی طرح اسے اپنے خاندان سے باہر نہ جانے دیں گے، ان سب باتوں کو سوچ کر انھوں نے

اسلام سے پہلے دنیا میں حکومت کا طریقہ یہ تھا کہ ایک بادشاہ ہوتا تھا، جو اپنی رائے سے جو چاہتا تھا کرتا تھا، رعایا کو اس کے کاموں میں رائے دینے کا کوئی حق نہ تھا، جب وہ بادشاہ مرتا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا، اور اس کے بعد اس کا پوتا تخت پر بیٹھا، اور اپنی رائے سے کام کرتا، یہی شخصی حکومت ہے، اسلام نے یہ طریقہ بدل دیا، اور ایک ایسی حکومت قائم کی جس میں بادشاہ رعایا کی رائے سے بنایا جاتا تھا، اور انھیں کی صلاح سے حکومت کرتا تھا، اس میں بادشاہ کیلئے بادشاہ کا بیٹا اور پوتا ہونا ضروری نہیں تھا، بلکہ لوگ قابلیت اور ریاست دیکھ کر سب سے بہتر آدمی کو بادشاہ بناتے تھے، جسے خلفہ کہتے تھے، اس طریقہ میں خوبی یہ ہے کہ کبھی کوئی خراب آدمی بادشاہ یا خلفہ نہیں ہو سکتا، ہمیشہ ملک کا انتظام اچھے ہاتھوں میں رہتا ہے، جس کی وجہ ہمیشہ بری ہوتی رہی ہے، رسول اللہ صلعم کے بعد سے برابر یہی طریقہ پایہ زبیدی نشانی کے وقت یہ طریقہ بدلا اور کافروں میں بھی شخصی بادشاہت شروع ہو گئی، جب کاتبہ یہ ہوا کہ اون کی حکومت کمزور ہوتے ہوئے ختم کے قریب آگئی، یہی سب سمجھ کر حضرت امام حسینؑ نے اس کی مخالفت کی تھی۔

نے یہی رائے قائم کی کہ یزید ہی کو خلیفہ بنانا چاہیے،
 دوسری طرف یہ بھی واقعہ تھا کہ اس سے شخصی حکومت کی بنیاد پڑ رہی تھی، اور اس
 نظریہ تھا کہ اسلام کا وہ جمہوری نظام حکومت جس نے چند ہی دنوں میں دنیا کی کل
 پلٹ دی تھی، اور دم کے دم میں عرب کے بدوؤں کو فیصلہ کسریٰ کے محل میں لپیٹ کر کھڑا
 کر دیا تھا، اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو رہا ہے، حضرت امام حسین اور اذن کے دوستوں کو بھی
 خیال تھا، جس کی وجہ سے انھوں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی، اور اس راہ میں اپنی
 جان تک کی بازی لگا دی،
 بہر حال ان بزرگوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کسی نہ کسی طرح بیعت کر لی
 اس کے بعد ستمین حضرت معاویہ نے وفات پائی،



(۲)

یہ زید

(۱)

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت،

حضرت معاویہ کے بعد یزید بادشاہ ہوا، حضرت امام حسین علیہ السلام وغیرہ کی فحاشی کا حال پڑھ چکے ہو، اور کوفہ کے لوگ بھی مخالفت تھے، وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو غلیفہ بنانا چاہتے تھے، اس غرض سے انہوں نے ایک دو نہیں پورے ڈیڑھ سو حطائے حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق جانتے ہو کہ وہ یزید کی بادشاہت ناپسند کرتے تھے اور صرف ناپسندی نہیں بلکہ اسے اصول اسلام کے بالکل خلاف سمجھتے تھے لیکن ابھی تک اس سے بیاؤ کی صورت سمجھ میں نہ آئی تھی، اب کوفہ سے جو اس قسم کی خبریں آنی شروع ہوئیں، تو آپ نے سوچا کہ یہ موقع اچھا ہے، ان لوگوں کی مدد سے پھر صحیح اسلامی حکومت قائم کیا سکتی ہے، لیکن حضرت علیؑ کے ساتھ ان کو فہم کا برتاؤ آپ کو اچھی طرح یاد تھا اس لئے ان خبروں پر یقین نہ آتا تھا، آخر صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے پیچھے بھائی حضرت مسلم کو کوفہ روانہ کیا، مسلم کوفہ پہنچے تو اٹھارہ ہزار آدمیوں نے فوراً بیعت کر لی، یہ صورت دیکھ کر آپ نے حضرت امام حسینؑ کو لکھا کہ یہاں کے حالات اچھے

ہیں، آپ تشریف لائیے،

اس خط کے بعد اب کوئی شک نہ رہا، اور حضرت امام حسینؑ کو فہر دانہ ہو گئے، یزید کو یہ حال معلوم ہوا، تو اس نے عبید اللہ بن زیاد کو ادھر روانہ کیا، ابن زیاد نے آتے ہی سختی شروع کی، نتیجہ یہ ہوا کہ دو ہی چار دن میں سارے کوئی اس کے ساتھ ہو گئے، اور بیچارے حضرت مسلم اکیس رہ گئے، اور جن لوگوں نے بلایا تھا، وہی پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے گئے، جہاں آپ شہید کر دیئے گئے،

امام حسین علیہ السلام ابھی راستہ ہی میں تھے کہ یہ خبر ملی، لوگوں کی رلے ہوئی کہ وہاں چلین لیکن حضرت مسلم کے عزیز کسی طرح راضی نہ ہوئے، اور کہنے لگے یا تو مسلم کا بدلہ لین گے یا خود بھی اونسی کی طرح جان دیدینگے، تھوڑی دور اور آگے پہنچے، تو خرابیک ہزار سواروں کے ساتھ ملا، اب کوفہ کی حالت بالکل ظاہر ہو چکی تھی، آپ نے واپس ہونا چاہا لیکن جرات نہ ہو سکی، روکا، جھوٹا آگے بڑھنا پڑا، اگر بلا کے مقام پر پہنچے تھے کہ عمر بن سعد ایک دوسری فوج کے ساتھ ملا، اور بیعت طلب کی، حضرت امام حسین علیہ السلام نے واپس جانا چاہا، لیکن ابن زیاد نے کہلا میعوا کہ بغیر بیعت کے چھکارا نہیں ہو سکتا، آپ نے بہتر سمجھایا، لیکن ابن زیاد کو بماننے والا تھا، آخر آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر تم نہیں مانتے تو مجھے یزید کے پاس لے چلو، اس سے مل کر میں خود ملے کر لوں گا، لیکن ابن زیاد کا تو دماغ جگر چکا تھا، اس کی سمجھ میں یہ باتیں کیسے آئیں، وہ وہی رٹ لگائے رہا کہ بس یہیں بیعت کرو، اب حضرت امام حسینؑ بالکل مجبور تھے، ان سے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ بیعت کر کے اسلام کی روح ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں، ان کی بیعت کا مطلب یہ تھا کہ یہ غلط طرز حکومت اسلامی اصول کے خلاف نہیں ہے، ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام یہ کبھی بھی نہیں

کر سکتے تھے، چنانچہ آپ نے انکار کر دیا،

اب ابن زیاد نے حکم بھیجا کہ لڑائی شروع کر دی جائے، اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اون کے ساتھیوں پر روانہ پانی بند کر دیا جائے، اس حکم پر اس سختی سے عمل ہوا کہ ننھے بچے تک پیاس سے ہلک ہلک کر رہ گئے تھے، لیکن کیا مجال کہ پانی کی ایک بوند بھی اون کی حلق میں پڑ سکے، سانسے دریا بہ رہا تھا، اور جا فور تک پانی پنی پی کر اپنی پیاس بجھا رہے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فو سے اور اون کے خاندان ولے ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے لیکن اس پر بھی ظالموں کو رحم نہیں آتا تھا، اور محرم ۱۰ شہید ہو گئے، صرف امام زین العابدین بیمار تھے اسلئے بچ گئے،

دشمنوں نے سر کاٹ کر بچھون پر چڑھائے، عورتوں کو گرفتار کیا، اور پہلے کوثر پھر وہاں سے شام روانہ ہو گئے، جب یہ لٹا بھٹکا قافلہ دمشق پہنچا تو دشمن تک یہ حال دیکھ کر رو پڑے،

یزید بھی ضبط نہ کر سکا، اور بے اختیار رو دیا، اور ابن زیاد کو بہت برا بھلا کہا، اور اہل بیت کو نہایت آرام سے رکھ کر چند دن کے بعد بہت سا سامان دے کر سواروں کی حفاظت میں مدینہ واپس کر دیا،

مدینہ منورہ پر چڑھائی،

اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر بھی یزید کے مخالف تھے، یہ لڑائی کارنگ و کچکھ کر مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے آئے تھے، یزید کو اون کی جانب سے بڑا خطرہ تھا، مدینہ وٹے بھی یزید کے خلاف ہو گئے، اس لئے امام حسینؑ کے بعد اوس نے ابن زبیر اور مدینہ والوں کی طرف توجہ کی، اور مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار فوج دے کر مدینہ روانہ کیا، مدینہ والوں کو شکست ہوئی، اور تین دن تک ایسی لوٹ مار رہی کہ خدا کی پناہ، بڑے بڑے لوگ مارے گئے، اور سارا مدینہ قریب قریب اجاڑ ہو گیا،

مدینہ کو اس طرح لوٹ کھسوٹ اور تباہ و برباد کر کے یہ فوج ابن زبیر سے بیعت لینے کے لئے مکہ کی طرف بڑھی، مسلم بن عقبہ راستہ ہی میں مر گیا، اور حصین ابن نمیر فوج کا سردار ہوا، ۴۲ محرم کو یہ لشکر مکہ معظمہ پہنچا، حضرت عبداللہ بن زبیر مہتاب کے لیے نکلے، لیکن شکست کھا کر پھر شہر میں آگئے، شامیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا، اور پتھر برسائے شروع کئے، ابھی لڑائی ہو ہی رہی تھی کہ یزید کے مرسلے کی خبر آئی، اور جنگ ختم ہو گئی، (۴۴ ربیع الاول ۴۰ھ)

(۳)

مروان

یزید کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کے بیٹے معاویہ کو خلیفہ بنایا، یہ بڑا ہی نیک فطرت تھا، یزید کے مظالم کو دیکھ کر اس کا دل حکومت کی جانب سے پھریا تھا، چند مہینہ حکومت کرنے کے بعد اس نے تخت چھوڑ دیا، اور کہا مجھے سلطنت و حکومت کوئی غرض نہیں، تم جے چاہو بادشاہ بناؤ، یہ کہہ کر گھر چلا گیا، اور تین ماہ کے بعد وفات پائی اس کے بعد مروان بنی امیہ کا بادشاہ ہو گیا،

ادھر مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر پہلے ہی سے خلیفہ بنائے گئے تھے، یزید کے مرنے کے بعد اور دوسرے اسلامی ملکوں نے بھی انہی کے ہاتھ پر بیعت کر لی، شام بھی بڑا حصہ انہی کا تھا بعد ازاں ہو گیا، اور صرف فلسطین (بیت المقدس کا علاقہ) مروان کے پاس باقی رہ گیا، ۲۰ محرم ۶۰ھ کو مرج راہط کے مقام پر ضحاک بن قیس (حضرت عبداللہ بن زبیر کے طرفدار) اور مروان سے مقابلہ ہوا، بیس دن لڑائی ہوتی رہی آخر ضحاک مارے گئے اور سارا شام بنی امیہ کے قبضہ میں آ گیا، کچھ دن کے بعد مصر پر بھی اون کا قبضہ ہو گیا،

(۴) عبدالملک

رمضان ۳۳۰ھ میں مروان مرگیا، اور اوس کا بیٹا عبدالملک بادشاہ ہوا، آپ بڑی بڑی طاقتیں صرف دو تھیں ایک طرف حضرت عبداللہ بن زبیر تھے، دوسری طرف عبدالملک، دونوں میں جنگ ہونے والی ہی تھی، کہ بیچ میں مختار کا قبضہ نکل آیا یہ شخص پہلے حضرت علیؑ کے خاندان کا دشمن تھا، ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ کو گرفتار کر کے دشمن کے سپرد کر دینا چاہا تھا، لیکن اب جو ملک میں یہ اہتری دکھی تو اپنی حکومت قائم کرنے کیلئے جھٹ حضرت امام حسینؑ کے خون کا نام لے کر کھڑا ہو گیا، تھوڑے دنوں میں سارے عراق پر اوس کا قبضہ ہو گیا، اس کی خودنیت تو درست نہ تھی، لیکن اتنا اچھا ہوا کہ اس طرح حضرت امام حسینؑ کے قاتل ایک ایک کر کے مارے گئے، اور ان ظالموں سے دنیا پاک ہو گئی،

عراق پر قبضہ کے بعد مختار کے حوصلے اتنے بڑھ گئے کہ اوس نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے بھی چھڑ چھاڑ شروع کی، آخر حضرت مصعبؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی اور حضرت امام حسینؑ کے داماد یعنی حضرت سیکندہ کے شوہر، مقابلہ پر گئے، جہن انہیں فتح ہوئی اور مختار مارا گیا،

ان چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد عبدالملک اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا مقابلہ

شروع ہوا، سب سے پہلے عراق میں حضرت مصعبؓ سے مقابلہ ہوا، حضرت مصعبؓ بڑی بہادری سے لڑے، لیکن عراقیوں کی وفابازی تو جانتے ہی ہو، یہاں بھی وہی حرکت کی سب کے سب عبدالملک سے مل گئے، اور میدان میں حضرت مصعبؓ کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے، نتیجہ ظاہر ہے، عبدالملک کو فتح ہوئی اور حضرت مصعبؓ شہید ہوئے اس کے بعد عبدالملک کے حکم سے حجاج بن یوسف مکہ کی طرف روانہ ہوا، اور جاتے ہی شہر کو گھیر لیا، اور پھر برسانے شروع کئے، چند ہی دن میں شہر کا نہ پانی ختم ہو گیا، اور لوگ ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑنے لگے، یہ دیکھ کر حضرت عبدالملک ابن زبیر میدان میں نکلے اور لڑ کر شہید ہوئے،

۳۳ء میں آپ کی شہادت کے بعد عبدالملک کا کوئی مخالف نہ رہا، اور بارہ برس کے بعد پھر تمام اسلامی ملک ایک بادشاہ کے قبضہ میں آ گئے، عراق سے ہر وقت ڈر رہتا تھا، اس لئے وہاں حجاج کو مقرر کیا گیا، جس نے اپنی سختی سے سب کو خاموش کر دیا،

خارجیوں سے بھی کئی لڑائیاں ہوئیں، آخر اون کی طاقت ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی، عبدالملک کا اکثر زمانہ آپس کے ایسے سخت جھگڑوں میں گذرا کہ شروع میں فیصلہ روم سے دب کر صلح کرنی پڑی، لیکن جب ذرا اطمینان ہوا، اور مسلمان پھر ایک ہو گئے اور رومیوں سے سخت جنگ ہوئی اور قساریہ کے مقام پر اونہیں بری طرح شکست ہوئی، پورب کی طرف یحیٰی بن ندی کے اوس پار پر کرستان تک مسلمان پہنچ گئے، افریقہ کا شمالی دائرہ کا حصہ پہلے ہی فتح ہو چکا تھا، لیکن ابھی تک بربرون میں دم تھا، جہاں موقع ملتا مسلمانوں پر حملہ کرتے عبدالملک کے زمانہ میں اونہوں نے بڑا زور

باندھا، ملکہ کا ہنہ کی طاقت اتنی بڑھ گئی تھی کہ تھوڑے دن کے لئے معلوم ہونے لگا کہ بس اب یہاں سے مسلمانوں کا چل چلاؤ ہے، لیکن حسین بن نعمان اور موسیٰ بن نصیر کی کوشش سے اون کا زور ایسا ٹوٹا کہ پھر اونھنے کی سکت نہ رہی، اور بحر طلمات تک پھر مسلمانوں کا ڈنکہ بجنے لگا،

۵ ارشوال دعیذ ۱۸۷۷ء کو ۲۱ سال ایک ماہ پندرہ دن کی بادشاہت کے بعد عبدالملک کا انتقال ہو گیا،



(۵)

ولید

باپ کی وصیت کے مطابق ۸۶ھ میں ولید تخت پر بیٹھا، اس وقت جھگڑا
فساد کین نام کو نہ تھا، سارے ملک میں امن تھا، آپس کے میل و محبت کی وجہ سے
مسلمانوں کی قوت بڑھ گئی، اور انھیں بہت زیادہ کامیابی ہونے لگی، ایک طرف ملک
کا انتظام بہت بہتر ہو گیا، جگہ جگہ کنوین کھد گئے، ہڑکین بنین، محتاج خانے قائم ہوئے،
سجدین تیار ہوئیں، مدرسے کھلے، شفا خانے جاری ہوئے، یتیم خانے بنے، اندھوں
لوہوں اور ابا، بچوں کے لئے انتظام ہوا، غرض کہ سارا ملک آباد اور خوشحال ہو گیا، دیگر
طرف مسلمان سپہ سالاروں نے ساری دنیا اٹ پلٹ ڈالی، محمد بن قاسم نے سندھ پر
چڑھائی کی، اور سندھ سے لیکر ملتان تک سارا علاقہ فتح کر لیا، مسلمہ نے روموں کے
پرچے اڑا دیئے، قیثم نے مصر قندسے کا شغرت تک قبضہ کر لیا، اور آگے بڑھ کر شاہ چین کو
خراج دینے پر مجبور کر دیا، طارق اور موسیٰ بن نصیر نے افریقہ سے گذر کر اندلس (اسپین)
فتح کر لیا، اور وہاں سے شمالی فرانس تک قبضہ کر لیا،
دیکھو اتفاق و اتحاد اور آپس میں میل جول کیسی برکت کی چیز ہے، پندرہویں برس
پہلے ہی مسلمان تھے جنھوں نے قیصر شاہ روم سے دب کر صلح کی تھی اور اب جو جھگڑے سے اوپر بڑھتا ہوا
کی کیا حیثیت ہو ساری دنیا کے پرچے اڑا دیئے، ۸۶ھ میں ولید نے وفات پائی،

(۷)

سیمان

ولید کے بعد اس کا بھائی سلیمان تخت پر بیٹھا، یہ بڑا سخی اور رحم دل تھا، اس نے
 حجاج کی سختیاں دور کیں، اور رعایا کو آرام پہنچانے کی کوشش کی، اگر دو تین غلطیاں
 نہ ہو جاتیں تو ہمیشہ اس کا نام عزت و محبت سے لیا جاتا،

ادپر قتیہ، محمد بن قاسم اور موسیٰ بن نصیر کا حال پڑھ چکے ہو کہ ان لوگوں کی
 وجہ سے مسلمانوں کو کتنا فائدہ پہنچا، لیکن افسوس سلیمان نے کچھ تو حجاج کی ضد میں
 کچھ لوگوں کی لگائی بھجائی سے محمد بن قاسم اور قتیہ کو قتل کرادیا، اور موسیٰ بن نصیر کو
 برطرف کر دیا،

ایسے بڑے بڑے جرنیوں کے مارے جانے سے فتوحات کا سلسلہ بالکل رک
 گیا، قسطنطنیہ پر البتہ حملہ کیا گیا، لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی، ۲۰ صفر ۹۹ھ کو سلیمان
 کا انتقال ہو گیا،



حضرت عمر بن عبد العزیزؓ

سیلمان کے بعد اس کی وصیت کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے، آپ نے کل ڈھائی برس حکومت کی لیکن اتنی ہی مدت میں ملک کی کاپالٹ دی، ہر قسم کی ظلم و زیادتی موقوف ہو گئی، نسل و قوم کا فرق مٹ گیا، اور امیر و غریب ایک درجہ پر آ گئے، بس معلوم ہوتا تھا کہ زمانہ ستر چھتر برس پیچھے لوٹ گیا ہو، اور حضرت ابو بکرؓ حکومت کر رہے ہیں،

اسلام کی روح جو بادشاہت کے زردین مٹ چلی تھی اب پھر سے زندہ ہو گئی، ہر طرف مسدوسوں کا ذکر ہونے لگا، اور آخرت جسے لوگ بھول چکے تھے اب پھر اس کا دھنسا آنے لگا، دنیا تو ہمیشہ دین کے قدموں تلے رہی ہو، یاد کرو عرب کے بدوؤں کے پاس کیا تھا لیکن اسلام جو آیا تو چنڈ ہی برس میں قیصر و کسریٰ کے تخت اون کے قدموں کے نیچے آ گئے، اور مدینہؓ سوسنے چاندی اور سیرے جو اہرات سے پٹ گیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے وقت میں بھی یہی ہوا، دین داری کے بڑھتے ہی ہر قسم کی ترقی کے دروازے کھل گئے، اور بلا ظلم و زیادتی کے دولت کے ڈھیر لگ گئے، اگر کہیں دس بیس برس زندہ رہتے، تو خدا معلوم دنیا کھان سے کھان پہنچ جاتی، لیکن افسوس کہ ابھی تین برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ سترہمین وفات پا گئے، کہتے ہیں کہ کسی خاندانی دشمن نے زہر دیدیا،

یزید بن عبد الملک

بنی امیہ بادشاہت کے عادی ہو چکے تھے، اسلئے وہ حضرت عمر بن عبد العزیز سے ناخوش تھے، چنانچہ ان کے بعد یزید بن عبد الملک تخت پر بیٹھا، تو اس نے ادن کے طریقے کو بالکل بدل دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ترقی پھر رک گئی، اور آرمینیا کے تھوڑے سے علاقہ کی فتح کے سوا باقی آپس ہی میں جھگڑے ہوتے رہے، جس سے سلطنت کو سخت نقصان پہنچا،

ہشام

یزید کے بعد ہشام بادشاہ ہوا، یہ بہت ہی ہوشیار، عقلمند اور بہادر تھا، اس کے زمانہ میں سلطنت کو کافی قوت حاصل ہوئی، افریقیہ میں ایک بار پھر برون نے زور کیا، لیکن اوجین سخت شکست ہوئی، اور یہ قصبہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا، سوڈان کے کچھ شہر فتح ہوئے، ترکستان میں سخت معرکہ رہا، روسیوں سے جنگ ہوئی، اور سب میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی،

ہشام کی حکمت و تدبیر سے سلطنت میں پھر جان آگئی، لیکن گھن تو پہلے ہی لگ چکا تھا، بات یہ ہے کہ بنی امیہ بادشاہ تھے، اور تم جانتے ہو کہ بادشاہ کسی کی سنتے تو ہیں نہیں، اچھا برا جو ادن کے جی میں آتا ہے کرتے رہتے ہیں، لیکن لوگ صحابہ کا زمانہ دیکھ چکے

تھے، وہ حضرت ابو بکرؓ کی پرہیزگاری، حضرت عمرؓ کا انصاف، حضرت عثمانؓ کی نیکی اور حضرت علیؓ کی سچائی ڈھونڈتے تھے، لیکن وہ ان بادشاہوں میں کمان نمی، یہی وجہ ہے کہ جب موقع ملتا کوئی نہ کوئی لڑائی شروع ہو جاتی، یزید اور عبدالملک کے زمانہ کے حالات پڑھ چکے ہو، ہشام کے زمانہ میں بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے یوتے حضرت زیدؓ جہاد کیا، اور اگر کوفہ کے لوگ وقت پر ساتھ نہ چھوڑ دیتے تو بنی امیہ کا تختہ الٹ جاتا لیکن کوفہ والوں کو تم جانتے ہو کیسے دغا باز اور ڈرپوک تھے، مقابلہ پڑا تو ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے، اور حضرت شہید ہو گئے،

سلسلہ میں ہشام کا انتقال ہو گیا،

(۱۰)

ولید دوم

ہشام کے بعد عبدالملک کا پوتا ولید تخت پر بیٹھا، یہ بہت ہی بدمزاج اور آوارہ تھا، ہر دقت شراب پیتا، اور بدکاری میں لگا رہتا، اس کی ان حرکتوں سے لوگ عاجز آ گئے، اور سلسلہ میں قتل کر دیا،

(۱۱)

یزید سوم

ولید کے بعد یزید بادشاہ ہوا، اس کے دقت میں بھی آپس میں بڑے جھگڑے رہے جس بنی امیہ کی قوت ٹوٹ گئی اور ان کے خلاف کام کرنے والوں کو موقع مل گیا، چھ مہینے کی بادشاہت کے بعد ذی الحجہ (بقرعید) سلسلہ میں یزید مر گیا،

(۱۲)

مروان دوم

یزید سوم کے بعد لوگ عبدالملک کے پوتے ابراہیم کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے، لیکن عبدالملک کے بھتیجے مروان بن محمد نے ابراہیم کو شکست دی، اور خود بادشاہ بن گیا، اس کی اس حرکت سے بنو امیہ بہت ناخوش ہوئے اور سلیمان بن ہشام ایک بڑی فوج لیکر مقابلہ پر آیا، قنسرين کے قریب بڑی گھسان کی لڑائی ہوئی، سلیمان کو شکست ہوئی، اور اوس کے تیس ہزار آدمی مارے گئے،

اسی پر بس نہیں بلکہ اور بیسیوں جھگڑے لگے رہتے تھے، کبھی کوفہ میں لڑائی ہوتی، کبھی فلسطین میں جھگڑا ہوتا، کبھی حجاز میں فساد ہوتا، غرض کہ مروان کے لئے روزِ بعیت کی ایک طرف تو یہ قصے ہو رہے تھے، دوسری طرف عباسی زور باندھ رہے تھے، اوپر کی جگہ پڑھ چکے ہو کہ لوگ بنی امیہ کو دل سے پسند نہیں کرتے تھے، حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یہ نفرت اور بڑھ چکی، لوگ دل ہی دل میں تدبیریں سوچتے رہتے اور جب موقع پاتے چڑھ دوڑتے، عباسی مدت سے اندر ہی اندر اپنا کام کر رہے تھے، ان کے آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے، اور چپکے چپکے لوگوں کو اپنے میں ملا رہے تھے، اتفاق سے انھیں ابو مسلم خراسانی ایک ٹکڑے زبردست آدمی مل گیا، جس نے چند ہی

لے حضرت عباسؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، انکی اولاد عباسی کہلاتی ہے،

برس میں سارے ملک میں اون کا اثر پھیلا دیا،
 تیاری پوری ہو چکی تھی کہ یکایک مروان کو خبر ہوئی اور عباسیوں کے سردار
 ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس (پکڑ کر قید کر دیئے گئے، جہان اون کا انتقال
 ہو گیا، لیکن کہیں ان باتوں سے ایسے معاملے ختم ہوتے ہیں، ابراہیم کے بعد اون کے
 خاندان کے لوگ بھاگ کر کوئٹہ پہنچے اور اپنے مددگار ابومسلمہ کے یہاں ٹھہرے، ابومسلمہ
 چاہتا تھا کہ حضرت علیؑ کے خاندان سے کسی کو خلیفہ بنائے، لیکن جب اون میں سے کوئی
 تیار نہ ہوا، تو ابراہیم کے بھائی ابوالعباس سفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی،
 بادشاہ ہوتے ہی سفاح نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو مروان کی طرف بھیجا،
 دجلہ کی شاخ نہر زاب کے کنارے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، مروان بڑی بہادری
 سے لڑا، لیکن وقت اچکا تھا، سخت شکست ہوئی، مروان جان بچ کر بھاگا، لیکن عباسی
 فوجیں پیچھے نہیں، آخر چھ ماہ کی بھاگ دوڑ کے بعد ۲۰ ذی الحجہ (تقریباً ۳۲ھ) کو مروان
 مصر کے گاؤں بوسیر میں مارا گیا، اور بنی امیہ کی اس بادشاہت کا مشرق کی سرزمین میں
 خاتمہ ہو گیا،

پوختہ باب

بنی عباس

(۱)

ابو العباس سفاح

مردان کے بعد رہا سہا کھٹکا بھی نکل گیا، اور بادشاہت بالکل سفاح کے ہاتھ میں آگئی، چونکہ اوسکو نئی نئی سلطنت ملی تھی، دشمنوں کا اثر جاسیاموجود تھا، اسلئے اوس نے سختی شروع کر دی، اور اس سختی میں اتنا حد سے بڑھ گیا کہ اوس کا نام "سفاح" یعنی خونریز پڑ گیا،

امویوں سے اوس کو بڑا کھٹکا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ جب تک ان میں کچھ بھی دم باقی رہے گا، اوس وقت تک اوس کو اطمینان نصیب نہ ہوگا اسلئے اوس نے بہت سے امویوں کو پکڑ کے قتل کرا دیا، اور ان کی عداوت میں اموی بادشاہوں کی لاشیں اکھڑا کر سولی پر چڑھوا دیں، بنی امیہ میں ایک عبدالرحمن بچ نکلا، یہ بھاگ کر اہل ہنچیا، اور چند ہی دن میں وہاں ایک خاصی حکومت قائم کر لی جو سیکڑوں برس تک

قائم رہی،

سفاح کے زمانہ میں نئی نئی حکومت قائم ہوئی تھی، اس لئے جگہ جگہ بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں بہت سے گورنر باغی ہو گئے مگر سفاح نے نہایت مستعدی سے سب کو قابو میں کر لیا ۱۳ ذی الحجہ (دفعہ عید) ۱۳۶۷ء کو سفاح کی موت ہوئی، یہ ایک طرف بڑا ظالم تھا، دوسری طرف بڑا سخی داتا تھا، دونوں ہاتھوں سے روپیہ لٹاتا تھا،

(۲)

منصور

سفاح کے بعد منصور تخت پر بیٹھا، یہ بڑا بہادر، عقلمند اور سمجھدار اور بڑے رعب و اب کا بادشاہ تھا، سکوک و آرام کے سامانوں سے بڑی نفرت تھی، اور سپاہیوں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا، اس کے زمانہ میں کچھ تو بنی امیہ کے بچے کچھ لوگوں سے جھگڑے ہوئے، کچھ سیدوں (حضرت فاطمہؓ کی اولاد) سے مقابلے رہے، کچھ خود اپنے سرداروں اور سپہ سالاروں سے لڑائی ہوئی، لیکن منصور نے اپنی ہمت و تدبیر سے سب کو شکست دی، سب سے پہلے منصور کو اپنے چچا عبداللہ بن علی سے لڑنا پڑا، معاملہ سخت تھا لیکن ابوسلم خراسانی کی تدبیر سے عبداللہ کو شکست ہوئی اور پھر مکر منصور کے سامنے آیا جہان قید کر دیا گیا، اور اسی حالت میں (۱۳۷۰ء) مر گیا،

ابوسلم پہلے ہی کچھ کم نہ تھا، لیکن اس فتح کے بعد تو اس کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ اب سلطنت اسی کی مرضی پر چلتی نظر آتی تھی، منصور کوئی بچہ تو تھا نہیں، وہ بھی دینا دیکھ چکا تھا، فوراً تار گیا، اور ترکیب سے مدبرین ہلاک قتل کر دیا، اس کے بعد اطمینان ہو گیا

اور محمد بن نفیس ذکیہ کے سوا کوئی خاص لڑائی نہیں ہوئی،

اوپر پڑھ چکے ہو کہ بنی امیہ کے خلاف جو کچھ کام کیا گیا، وہ سب بنی فاطمہ (سیدوں) کے نام سے کیا گیا، امید تھی کہ آگے چل کر یہی لوگ بادشاہ ہونگے، لیکن جب وقت آیا تو حکومت عباسیوں کے ہاتھ میں چلی گئی، اور سفاح بادشاہ ہو گیا، لیکن پھر بھی جانتا تھا کہ حکومت نہ بھی اس زمانہ میں سیدوں کو آرام تو ضرور ملے گا، لیکن افسوس کہ عباسی بنی امیہ سے بھی زیادہ سخت نکلے، پہلے تو کبھی گیارہ گچہ ہو جاتا تھا، لیکن اب تو روہی گروہین کئے، لیکن مجبوراً پچارون کو مقابلہ کے لئے کھڑا ہونا پڑا،

محمد بن عبداللہ نفیس ذکیہ حضرت امام حسنؑ کے پرپوتے تھے، انھوں نے جو عباسیوں کا یہ بڑھاپا دیکھا تو تاب نہ ہی، اور اپنے بھائی ابراہیم کے ساتھ نکل پڑے، محمد (نفیس ذکیہ) نے مدینہ کو اپنا صدر مقام بنایا، اور ابراہیم نے بصرہ کو منصور نے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں، پہلے مدینہ میں محمد سے مقابلہ ہوا، جس میں انھیں شکست ہوئی، عباسی پہ سالار عیسیٰ نے سرکٹ کر منصور کے پاس بھیجا، اس کے بعد بصرہ میں ابراہیم سے مقابلہ ہوا، اور وہ بھی شکست کھا کر مارے گئے، اور منصور کو بالکل اطمینان ہو گیا،

آپس کے ان جھگڑوں کو دیکھ کر رومیوں کی ہمت بڑھنے لگی تھی، لیکن منصور نے اپنی تدبیر سے انھیں سخت شکست دی، شہدائے حسین منصور کا انتقال ہو گیا، اگرچہ ساری زندگی لڑائی جھگڑے میں گزری، لیکن مرتے وقت سلطنت کی بنیاد مضبوط ہو چکی تھی، اس نے پایتخت کے لئے ایک نیا شہر بغداد آباد کیا، جو آگے چل کر مسلمانوں کا سب سے بڑا شہر ہو گیا۔

(۳)

ہمدی

منصور کے بعد اوس کا بیٹا ہمدی بادشاہ ہوا، جھگڑے بکھڑے پہلے ہی ختم ہو چکے تھے، اس لئے اس کے زمانہ میں سکون رہا، ردیون سے البتہ دو ایک لڑائیوں ہوئیں جنہیں مسلمانوں کو فتح ہوئی، ہاں اس کے زمانے میں ایک بڑے مرنے کا واقعہ ہوا، ایک کانے اور لنگڑے آدمی نے جو متفق کھلاتا تھا خدائی کا دعویٰ کیا، اپنی کافی آنکھ چھپانے کے لئے اپنے منہ پر ایک سونے کا چہرہ جڑھائے رہتا تھا، جیسے کھیل تماشوں میں نقل بھرنے والے چہرے لگاتے ہیں، یہ طرح طرح کے ڈٹھ بندی کے تماشے دکھاتا تھا، اس بہت سے بے وقوف اوس کے جال میں پھنس گئے، اور متفق اون کو لے کر ہمدی کے مقابلے کے لئے کھڑا ہو گیا، میان لنگڑے بہت تو کر گئے، لیکن بادشاہ کا مقابلہ مشکل تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھا کر خودکشی کر لی،

۶۹ھ میں ہمدی نے وفات پائی،

(۴)

ہادی

ہمدی کے بعد اوس کا لڑکا ہادی تخت پر بیٹھا، اوس نے صرف ایک سال کچھ مینے بادشاہی کی اوس کے وقت میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی، حسین بن علی بن حسن ثملت سے البتہ مقابلہ ہوا، حسین اور شکست ہوئی، اور سب لوگ مارے گئے، صرف دو شخص ادریس بن عبداللہ اور یحییٰ بن عبداللہ کسی طرح بچ کر نکلے، یحییٰ نے دیلمین جا کر پھر مقابلہ کیا، اور ادریس نے افریقیہ میں اپنی ایک نئی سلطنت قائم کر دی،

(۵)

ہارون الرشید

سلسلہ میں ہادی کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ ہارون الرشید بادشاہ بنایا گیا۔ ہارون کا زمانہ بہترین زمانہ تھا، بغداد کی رونق و سجاوٹ کا کیا کہنا، طرح طرح کی عمارتیں، قسم قسم کے باغ، عمدہ عمدہ محل، خوبصورت خوبصورت مسجدیں، اچھے اچھے مینا، صاف صاف سڑکیں، بھرے پورے بازار دنیا کی کون سی چیز تھی، جو وہاں نہ تھی، مال و دولت رو پیسے پیسے کی وہ افراط تھی کہ کیا کہا جائے، اور بغداد ہی کا ہے کو سارے ملک ہی میں کچن برس رہا تھا، گاؤں گاؤں، دیہات دیہات خوش حالی پھیلی تھی، بادشاہ خوش، رعیت راضی، ملک آباد، غرض کہ عجیب خیر و برکت کا زمانہ تھا، ہارون کے زمانہ میں دیسے سکون رہا، خراسان اور قزوآن میں البتہ کین کین کچھ جھگڑے ہوئے تو اس نے اپنی تدبیر سے دبا دیئے، لیکن ادیس بن عبداللہ (جن کا ذکر اوپر پڑ چکے ہو) کسی طرح قابو میں نہ آئے، اور افریقیہ پہنچ کر مراکش کے قریب اپنی ایک الگ اور بی حکومت قائم کر دی، اندلس شروع ہی سے الگ تھا اب یہ دوسری حکومت بھی بنی عباس سے آزاد ہو گئی، روم میں اون دنوں ملکہ اپنی حکومت کرتی تھی، اس نے سالانہ خراج کے وعدہ پر ہارون سے صلح کر لی، اس کے بعد تقفوز بادشاہ ہوا، تو اس نے رقم ادا کرنے سے انکار کیا، اور ہارون کو لکھا کہ تیریت چاہتے ہو تو ورمول کی ہوئی رقم فوراً واپس کر دو، ورنہ ہم تلوار سے مزاج درست کر دیں گے، خط پڑھ کر

ہارون کے بدن میں آگ لگ گئی، فوراً اپنے قلم سے لکھا، ”اس کا جواب سن کر کیا کرو گے
آنکھوں سے دیکھ لینا، اس کے بعد فوراً فوج لیکر روانہ ہو گیا، اور ہر قلعہ پہنچ کر آٹا فانا
شہر کو فتح کر ڈالا، ثقفور میں آسام کہان تھا کہ جم کر لڑتا، دوہی چار حلوں میں ہوش اڑ گئے
اور سالانہ خراج کے اقرار پر صلح کر لی، اس کے بعد ہارون واپس ہوا، لیکن ابھی شاہی فوجیں
راستہ ہی میں تھیں کہ ثقفور نے عہد توڑ ڈالا، ہارون نے سنا تو آگ بگولہ ہو گیا، فوراً فوجیں
لے کر پلٹا، اب کی ثقفور کے مزاج درست ہو گئے، اور خراج دیتے ہی بنی،

براکمہ

براکمہ کا نام تو شاید تم نے سنا ہو، برک ایک ایرانی سردار تھا، اس کا بیٹا خالد
مسلمان ہو گیا، بنی امیہ کے زمانہ میں جب خراسان میں عباسیوں کے لئے کام کیا گیا
تو یہ بھی اس میں شامل ہو گیا، جب حکومت بنی عباس کو ملی تو سفاح نے اسے اپنا
وزیر بنایا، منصور کے زمانہ میں بھی کچھ دن اسی عہدہ پر رہا، پھر بعد میں موصل کا گورنر ہو گیا
یہی برکی اسی خالد کا بیٹا تھا، ہمدی نے اسے ہارون کا اتالیق (استاد) مقرر کیا، اور
اوس وقت سے برابر ساتھ رہا، جب ہارون بادشاہ ہوا تو برکیوں کی عزت بہت بڑھ گئی
رفتہ رفتہ وہ ساری سلطنت پر چھا گئے، اور یہ معلوم ہونے لگا، کہ حکومت کی اصلی
باگ ڈور انھیں کے ہاتھ میں ہے، ہارون نے یہ رنگ دیکھا، تو ڈر کہ بس اب
چند ہی دن میں بادشاہت ان برکیوں کی ہو جانے والی ہے، یہ خیال کچھ ایسا جا
کہ اوس نے نجی اور اوس کے تین بیٹوں فضل، محمد، اور موسیٰ کو قید کر دیا، اور چوتھے جعفر کو
قتل کر دیا، اس طرح یہ شہور خاندان ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا،

۳۳ برس کی سلطنت کے بعد ۱۹۲ھ میں ہارون نے وفات پائی، یہ بڑا دیندار اور مذہب کا پتلا تھا، فرض کے علاوہ روزانہ سو رکعت نفل پڑھتا تھا، خیر خیرات کی کوئی حد نہ تھی، حج اور جہاد کا بڑا شوق تھا، شاید ہی کوئی ایسا سال گزرا ہو جو حج یا جہاد سے خالی گیا ہو، مزاج میں نرمی بہت تھی، ذرا سی نصیحت کی بات سننا تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے، ایک بار مشہور عالم ابن سماک دربار میں بیٹھے ہوئے تھے، ہارون کو پیاس لگی، نوکر پانی لایا، لیکن جیسے ہی سمجھ سے لگنا چاہا ابن سماک نے روک کر پوچھا سچ سچ بتا اگر یہ پانی آپ کو نہ ملے، تو آپ اس کے لئے کہاں تک خرچ کر سکتے ہیں، ہارون نے کہا سارا ملک، جب پانی پی چکا تو پھر ابن سماک نے پوچھا کہ اگر یہ پانی بدن میں رک جائے اور کسی طرح نہ نکل سکے، تو علاج پر آپ کتنا خرچ کر سکتے ہیں، ہارون نے کہا پوری سلطنت، یہ سنکر ابن سماک نے فرمایا کہ جس باوشاہت کی قیمت ایک گلاس پانی سے بھی کم ہو وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کے لئے خون کا ایک قطرہ بھی بہایا جائے، یہ سنکر ہارون اتنا رو دیا کہ بچی بندھ گئی،



(۶)

امین

ہارون نے اپنے بعد امین اور اوس کے بعد مامون کو مقرر کیا تھا، اور ملک کے حصے کر کے حکومت دونوں میں تقسیم کر دی تھی، اور وصیت نامہ لکھ کر خانہ کعبہ میں رکھوا دیا تھا، تاکہ بعد کو کوئی جھگڑا کبھی نہ ہو، لیکن کچھ امین کے مزاج کی کمزوری، اور کچھ اوس کے وزیر فضل بن ریع کی شرارت دونوں بھائیوں میں بھینہ سکی،

مامون نے اپنی طرف سے بہتری کو نش کی کہ جھگڑا فساد نہ ہو لیکن فضل کب مان سکتا تھا، اوس نے ایک نیا شوشہ نکالا، امین سے کہہ سنکر مامون کی جگہ امین کے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد مقرر کرادیا، اور کعبہ شریف سے ساری دستاویزین منگا کر بھاڑ ڈالیں پھر لطف یہ کہ مامون کو سمیعت کے لئے لکھا،

اب معاملہ ضبط سے باہر ہو چکا تھا، مامون کو بید غصہ آیا، اور اوس نے اپنے وزیر فضل بن سہل کی صلاح سے جنگ کی تیاری شروع کر دی، اور طاہر بن حسین کی ماتحتی میں ایک لشکر روانہ کر دیا، اُدھر فضل بن ریع نے علی بن عیسیٰ کو پچاس ہزار فوج دیکر بھیجا، اسے کے قریب دونوں کا مقابلہ ہوا، جس میں علی بن عیسیٰ مارا گیا، طاہر نے دربار میں کامیابی کی اطلاع دی، فضل بن سہل نے مامون کو یہ خبر سنائی، اور باقاعدہ فوج کا سلام کیا،

اس کے بعد بغدادی فوجوں سے اور کئی معرکے ہوئے، لیکن سب میں طاہر کو فتح ہوئی

آخر مامون کے حکم سے ایک طرف سے طاہر اور دوسری طرف سے ہرثمہ نے بڑھکر بغداد کو گھیر لیا، اب امین بالکل عاجز تھا، لیکن کرتا کیا، طاہر سے تو کوئی امید تھی ہی نہیں، اسلئے ہرثمہ کی پناہ میں آنا چاہا، ہرثمہ بھی اس کے لئے تیار تھا، لیکن طاہر کے آدمیوں نے راستہ ہی میں گرفتار کر لیا، اور اس کے حکم سے قتل کر دیا، یہ واقعہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ میں پیش آیا،

(۷)

مامون

امین کے قتل کے بعد سارا ملک مامون کے قبضہ میں آگیا، اوپر بڑھ چکے ہو کہ مامون کا سب سے بڑا مددگار فضل بن سہل تھا، یہ ایک ایرانی نسل کا آدمی تھا، اس لئے اس کا میا بی کے بعد ایرانیوں اور خراسانیوں کا اثر بہت بڑھ گیا، یہاں تک کہ بغداد کے بچے مامون مرو (خراسان کے ایک شہر) ہی میں رہنے لگا، عربوں کو یہ بات ناگوار ہوئی اور سارے ملک میں ایک ہل چل مچ گئی،

یحییٰ برمکی کی صحبت سے مامون پہلے ہی علویوں کا مخالفت نہ تھا، فضل بن سہل نے اس اثر کو اور بڑھا دیا، اور وہ کھلم کھلا علویوں کی طرف داری کرنے لگا، یہاں تک کہ سیاہ عباسی رنگ کے بچے سبز علوی کپڑے پہنے شہر سے گئے، امام علی رضا کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دی، اور اونٹین اپنا وسیع مقرر کر دیا، عباسی یہ رنگ دیکھ کر بھڑکے او سمجھے کہ اب سلطنت ہاتھ سے گئی، اونٹوں نے مامون کے چچا ابراہیم کو بادشاہ بنا دیا، ابھی امین کی جنگ کا اثر مٹا نہ تھا، کہ یہ اور گریہ مچا، نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک

میں افراتفری شروع ہو گئی اور جگہ جگہ فساد ہونے لگے، ادھر تو سارے ملک میں یہ آفت
 بچی ہوئی تھی، اور ادھر مامون کو کانون کا ن خبر نہ تھی، فضل نے اپنی بدنامی کے خیال سے
 اب تک سب کچھ چھپا رکھا تھا، اگر کچھ دن اور یہی حالت رہتی تو مامون کا قصہ ختم تھا،
 لیکن امام علی رضائے ہمت کر کے سب کچھ کہہ سنایا، مامون پہلے تو بہت پکرایا، لیکن
 جب اور سرداروں سے بھی یہی معلوم ہوا تو آنکھیں کھل گئیں،

اب مامون فوراً بغداد کی طرف روانہ ہوا، اتفاق ایسا کہ راستہ میں امام علی رضائے
 اور فضل بن سہل کی وفات ہو گئی، اب مخالفت کی کوئی وجہ نہ تھی، بغداد پہنچے تو پہنچے
 سارے جھگڑے ختم ہو گئے، اور مامون نے نئے سرے سے حکومت پائی، اس کے بعد
 پھر ملک میں امن رہا،

شعبہ ۲۱ میں مامون نے وفات پائی، یہ بڑا زبردست عالم اور علم اور عالموں
 کا بڑا قدر دان تھا، اس نے علم کو پھیلانے میں بڑی کوشش کی، علم پھیلانے کے لئے بڑے
 بڑے علما نوکر رکھے، کتب خانے اور مدرسے قائم کئے، طالب علموں کے وظیفے مقرر کئے،
 علم پھیلانے میں ہزاروں روپیہ صرف کرتا تھا، اس کی کوشش سے بغداد میں ہر طرف علموں
 کا مجمع ہو گیا، ہر جگہ علم ہی کا چرچا سنائی دینے لگا، اور بغداد ساری دنیا کا استاد
 بن گیا، اس کے زمانہ میں ایک بڑی خوابی یہ ہوئی کہ حکومت ساری کی ساری ایران
 کے ہاتھ میں آگئی،

حکومت زیادیه، انغالبہ اور طاہریہ

ہارون کے حالات میں افریقہ کی ادیسی حکومت کا بیان پڑھ چکے ہو، مامون کے زمانہ میں افریقہ، یمن اور خراسان میں انغالبہ، زیادیه اور طاہریہ تین اور نئی حکومتیں قائم ہو گئیں، یہ اپنے معاملات میں پوری آزادی تھیں، صرف عیسائیوں کو کسی قدر رقم خراج کے طور پر دیتی تھیں، اور سکھ اور خطبہ میں ان کا نام رکھتی تھیں،

(۸)

معتصم

مامون کے بعد اوس کا بھائی معتصم تخت پر بیٹھا یہ اگرچہ بڑھا لکھا بالکل نہ تھا، لیکن بڑا بہادر اور نہایت ہی منتظم تھا، اس کے وقت میں ملک کے اندر فساد امن رہا، رومیوں سے البتہ بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں جن میں مسلمانوں کو فتح ہوئی ان دنوں رومی اپنی حد سے بہت بڑھ گئے، اور مسلمان شہروں پر حملہ کر کے مسلمانوں کو کپڑے کپڑے کر اؤن کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیرتے، اور خدا معلوم کیا تکلیفیں پہنچاتے،

ایک مرتبہ ایک شہر پر حملہ کر کے مسلمان عورتوں کو کپڑے لگے، ان میں معصوم کے خاندان کی بھی ایک عورت تھی، یہ چلائی معصوم مدد کے لئے دوڑا، معصوم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اوس کو بڑا صدمہ ہوا، اور ایک بہت بڑی فوج لیکر روہیوں پر چڑھ گیا، اور اچھی طرح سے اون کی مرمت کر کے درست کر دیا،

آگے پڑھ چکے ہو کہ عباسی حکومت پر شروع ہی سے ایرانی اثر چھایا ہوا تھا، مامون کے وقت میں یہ اثر اور بڑھا اور تقریباً سارے عہدے عربوں سے نکل کر ایرانیوں کے ہاتھ میں آ گئے، معصوم نے اس اثر کو مٹانے کے لئے ترکوں کو آگے بڑھانا شروع کیا، لیکن یہ اوس سے بھی بڑی غلطی تھی، عرب پہلے ہی انکے ہو چکے تھے، ایرانی اب سٹے، نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت بالکل ترکوں کے ہاتھ میں آ گئی، اور اون کے لئے اوس نے ایک نیا شہر سا مرا بسایا، یہی پایہ تخت بھی ہو گیا،

آخر میں معصوم کو خود افسوس ہوا، لیکن معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تھا، اب کیا کر سکتا تھا، ترکوں کا اثر بڑھتا ہی رہا، اور آگے چل کر عباسی بادشاہ اون کے ہاتھ میں کھٹ پٹی ہو کر رہ گئے،

۲۲۷ھ میں معصوم کا انتقال ہو گیا، متوکل اس طاقتور اور بہادہ تھا کہ روپیہ کا نقش انگلیوں سے نکل کر مٹا دیتا تھا، اور بوجھ لادنے والے جانوروں کو بوجھ سمیت اوٹھا لیتا تھا،

۱۷ عباسیوں کے سلسلہ میں ترکوں کا نام بار بار آئے گا، اس سے ترکی کے لوگ مراد نہیں ہیں، یہ اور لوگ تھے، جنہیں عباسیوں نے فوجی خدمت سپرد کی تھی،

(۹)

واقعات

معتصم کے بعد اس کا بیٹا واثق تخت پر بیٹھا، اور چھ برس کے قریب حکومت کرنے کے بعد ۳۲۲ھ میں وفات پائی،
 اوپر پڑھ چکے ہو کہ عرب قریب قریب حکومت سے بیدخل ہو گئے تھے، اس کا
 انھیں بہت ملال تھا، اس غصہ میں عربوں نے بغاوت کی لیکن معتصم نے ختم کر دیا،
 اس کے زمانہ میں ترکوں کا اثر پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا،

(۱۰)

۲۳۶-۲۳۴ھ متوکل

واثق کے بعد امیرون اور سرداروں نے علی کر متوکل کو بادشاہ بنایا، یہ وہی
 تو پرانی چال کا آدمی تھا، اور ادھر اور دھر کی بیکار باتوں کو ناپسند کرتا تھا، لیکن علویوں
 (حضرت علیؓ کی اولاد) سے اسے سخت دشمنی تھی، اس معاملہ میں اس کی جدوجہد اس قدر
 بڑھی ہوئی تھی کہ علویوں سے دوستی رکھنے پر بھی سزا دیتا تھا، اور صرف اپنے زمانہ میں
 لوگوں کے ساتھ نہیں بلکہ سینکڑوں برس پہلے کے بزرگوں کے ساتھ بھی اس کی
 یہی برتاؤ تھا، انتہایہ کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر تک کھودنے کا
 حکم دیدیا، اس کو یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بڑی نفرت تھی، ان کو خاص قسم کا

لباس پہننے کا حکم دیا، اور مسلمانوں سے بالکل الگ کر دیا،
 اس کے زمانہ میں بھی رومیوں سے لڑائیاں ہوئیں، لیکن دونوں کا پلہ برابر ہی
 رہا، ترکوں کا اثر اس کے زمانہ میں بہت بڑھ گیا، اور وہ ایسے چڑھ گئے کہ خود خلیفہ تک
 کی جان عذاب میں آگئی، متوکل نے بہترین کوشش کی کہ اس مصیبت سے چھٹکارا ہو،
 ایک آدمہ ترک سردار کو قتل بھی کرایا، لیکن ان کا کچھ نہ ہو سکا، اور اُسے خود ہی مارا گیا
 عجیب بات یہ کہ خود اس کا بیٹا منتصر اس میں شریک تھا
 مامون کے زمانہ سے مسلمان فلسفی ہو گئے تھے متوکل بڑا پکا مسلمان
 تھا، اس نے پھر مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی طرف لگایا،

(۱۱)

منتصر ۲۲۶-۲۲۸ھ

متوکل کو قتل کرنے کے بعد ترکوں نے منتصر کو تخت پر بٹھایا، لیکن ایک دن بھی
 چین نصیب نہ ہوا، باب کے قتل کی کڑھن، ترکوں کا دھڑکا ہر وقت جان گھلا
 ڈالتا تھا، آخر چھ عینے میں گھٹ گھٹ کر ختم ہو گیا،



(۱۲) مستعین ۲۴۸-۲۵۲ھ

(۱۳) معتر ۲۵۲-۲۵۵ھ

(۱۴) مہمدی ۲۵۵-۲۵۶ھ

متوکل کے قتل کے بعد گویا ترک ہی بادشاہ ہو گئے تھے، اور خلیفہ اون کے ہاتھ میں کھڑی ہو کر رہ گئے تھے، جس سے خوش ہوتے تخت پر بٹھاتے، جب ناراض ہوتے قتل کر ڈالتے، اور کسی دوسرے کو بادشاہ بنا دیتے، آٹھ برس میں مستعین، معتر اور مہمدی تین خلیفہ ہوئے اور مارے گئے، اس افراتفری میں ملک کی حالت تباہ ہو گئی، سرحد پر روسیوں کی زیادتیان بڑھ گئیں، اور جس کا جہان زور چلا ملک دبا بیٹھا، مستعین کے زمانہ (۲۵۵ھ) میں طبرستان و دیلم میں حکومت زیادتی قائم ہوئی، معتر کے زمانہ میں سجستان میں حکومت صفاریہ (۲۵۳ھ) اور مصر میں طولونیہ (۲۵۴-۲۶۰ھ) قائم ہوئی، صفاریہ کی ابتدا یعقوب بن لیث نے کی اور طولونیہ احمد بن طولون کے ہاتھوں شروع ہوئی، یہ حکومتیں پورے طور سے آزاد تھیں صرف نام کو خلیفہ کا اثر تھا،

(۱۵)

معتمد ۲۵۶-۲۶۹ھ

۲۵۶ھ میں معتمد تخت پر بیٹھا، پچھلے دس برس میں عباسیوں کی کمزوری سے سلطنت پورے طور سے ترکون کے ہاتھ میں آگئی تھی، حکومت کا آنا تھا کہ خود ان لوگوں میں جھگڑے شروع ہو گئے، جن سے عاجز ہو کر اُغون نے معتمد سے درخواست کی کہ اپنے بھائی کو فوج کا سردار بنادے، اُن کی درخواست قبول ہوئی، اور موافق یہ سال مقرر ہو گیا،

اب ترکون کا زور تو ٹوٹ گیا، لیکن خود موافق سلطنت پر چھٹا، اور معتمد کا صرف نام باقی رہ گیا، سلطنت کی اس گڑبڑ کو دیکھ کر ماوراء النہر کے گورنر نصر بن احمد نے ۲۵۶ھ میں ماوراء النہر میں سامانی سلطنت قائم کر دی، جو ۳۸۹ھ تک باقی رہی، جو ملک بچا ہوا تھا، اس میں بھی طرح طرح کی آفتیں مچی ہوئی تھیں، کچھ دنوں حبشیوں نے بڑی اوجھ مچائی، قریب قریب سارے عراق پر قبضہ کر لیا، اور لوگوں پر وہ مظالم کئے کہ توبہ بھلی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عباسی حکومت ختم کر دیں گے، معتمد نے کئی فوجیں ان کے مقابلہ میں بھیجیں، مگر حبشیوں نے سب کو شکست دی، موافق نے جب دیکھا کہ یہ دشمنی سارا ملک ویران کر دیں گے، تو خود اُن کے مقابلہ کے لئے نکلا، اور کئی برسوں مکمل لڑائی کے بعد ان ظالموں کا خاتمہ کیا،

جشیون کے علاوہ اسمعیلی، باطنی، اور قرملی کئی اور فرقے پیدا ہوئے جو آج
 چل کر مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت بن گئے، اس ابرہی کی وجہ سے رومیوں کو موقع
 مل گیا، اور مسلمان ان کے ہاتھوں بہت تنگ ہوئے، اب خلافت کی یہ حالت
 ہو گئی تھی کہ ناچ گانا، شراب کباب تمام بری چیزوں کا رواج ہو گیا، ایک دن
 معتمد نے شراب زیادہ پی لی، پھر اس پر کھانا کھایا، اس سے تخرم ہو گیا اور مر گیا،



(۱۶)

معتمد ۲۸۹-۲۷۹

معتمد کے بعد اوس کا بھتیجا معتمد تخت پر بیٹھا، یہ بڑے رعب و داب کا بادشاہ تھا، اس نے سلطنت کی حالت بہت کچھ درست کر دی، جس سے پھر ملک میں رونق آگئی، لیکن قرامطہ کی مصیبت ایسی سخت تھی کہ ساری تخت پر پانی پھرا جاتا تھا، ابھی یہ جھگڑا ختم نہ ہوا تھا کہ فاطمیوں کا قصہ اودھٹ کھڑا ہوا، جو اتنا بڑھا کہ آگے چل کر اوتھون نے ایک نئی سلطنت ہی قائم کر لی، ان کی ابتدا قیروان سے ہوئی، لیکن بعد میں بڑھتے بڑھتے مصر و شام سب پر قبضہ ہو گیا۔ ۲۸۹ء میں ایوبیوں کے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوا، مصر کا پایہ تخت شہر قاہرہ انھیں کا آباد کیا ہوا ہے،

مصر کی طول و عرض حکومت سے البتہ تعلقات اچھے تھے، ان دنوں خوار و یہ وہان کا بادشاہ تھا اس سے معتمد سے اتنے اچھے تعلقات تھے کہ اس نے اپنی بیٹی قطر الندی خلیفہ کے نکاح میں دیدی اس زمانہ میں ایک اور خاص بات ہوئی، یاد ہو گا کہ معتمد نے ترکوں کے اثر کی وجہ سے سامرا کو پایہ تخت بنایا تھا، لیکن اب ترک ختم ہو چکے تھے، اس لئے معتمد نے پھر بغداد میں رہنا شروع کیا، ۲۷۲ء میں انسانی شہزادہ کو معتمد کی وفات ہوئی، اس نے ملک میں وقار قائم کرنے کے علاوہ بہت سی اصلاحیں کیں،

(۱۷)

مکتفی ۲۸۹-۲۹۵

معتقد کے بعد اس کا بیٹا مکتفی تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ میں حکام کی خود غرضی کی وجہ سے پھر عباسی حکومت کمزور ہو گئی، اور قرامطہ کا زور اتنا بڑھ گیا کہ لوگوں کا نکلنا بیٹھنا دشوار ہو گیا، دن دھاڑے ڈاکے پڑنے لگے، قافلے کے قافلے لٹ جاتے، جانوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا، لوگوں کا گھروں سے نکلنا مشکل ہو گیا، مکتفی نے بڑی مستعدی سے اون کا مقابلہ کیا، آخر مدت کی دوڑ دھوپ کے بعد بڑے بڑے قرامطی سردار مارے گئے، جس سے اون کا زور کم ہو گیا، لیکن تھوڑی جان پھر باقی رہی جس نے آگے چل کر بڑا زور بانڈھا،

مصر کی طولونی حکومت کا حال اوپر پڑھ چکے ہو مکتفی کے زمانہ میں وہ بالکل ختم ہو گئی اور سارا مصر پھر عباسیوں کے قبضہ میں آ گیا، اسی زمانہ میں افریقہ کی اغلبی سلطنت بھی ختم ہوئی، اور اس پر فاطمیوں کا قبضہ ہو گیا،
۲۹۵ء میں مکتفی کا انتقال ہو گیا،

(۱۸)

مقتدر ۲۹۵-۳۲۰

ملکتنی کے بعد اوس کا بھائی مقتدر بادشاہ ہوا، اور کوئی پچیس برس حکومت کی، اس میں خود کوئی قابلیت نہ تھی، انتظام میں عورتوں کو بڑا دخل تھا، اس وجہ سے بڑی افزائش پیدا ہو گئی، ملک کی ساری آمدنی پروزیرون اور بڑے بڑے عمدہ داروں نے قبضہ کر لیا، عوام رعایا کا خون چوس کر اپنا گھر بھرتے تھے، اور جو لوگ اپنا سر کٹاتے تھے، ادن کو کچھ نہ ملتا تھا اس لئے سب نے مل کر مقتدر سے ہوم رول مانگا، جیسے آج کل ہم لوگ اپنی گورنمنٹ سے مانگتے تھے، لیکن وہ عورتوں کے ہاتھوں میں ایسا پھینسا تھا کہ سنا ہی نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوجوں نے بغاوت کر کے اوسکو معزول کر دیا، اور قاہرہ کو خلیفہ بنایا، لیکن ابھی تھوڑے دنوں مقتدر کی قسمت میں اور حکومت تھی اسلئے پھر اوسکو بادشاہ بنا دیا، مگر وہ زیادہ دنوں تک بادشاہ نہ رہ سکا، اور ایک بڑے مخالف امیر لوئس نے سنہ ۳۲۰ء میں قتل کر ڈالا،

اسکے زمانہ میں قرمط کا زور اتنا بڑھ گیا کہ مکہ تک کو نہ چھوڑا، حج کے زمانہ میں پہنچ گئے، اور اوسکو خوب لوٹا، حاجیوں کو مارا کر اون کی لاشیں زم زم میں ڈال دیں، غلام کعبہ بھاڑ ڈالا، حجر اسود اوٹھا کر لینگے، غرض کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو انھوں نے مکہ والوں پر نہ ڈھایا ہو، رومیوں نے بھی بڑے ہاتھ بیکار کئے، لیکن جون تون کسی طرح انھیں بڑی مشکلوں سے روکا گیا،

(۱۹) (۲۰)

قابہر ۳۲۲-۳۲۹ راضی

مقتدر کے قتل کے بعد قابہر تخت پر بٹھایا گیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں میں اوتا
 آنکھوں میں نیل کی سلائی پھر دگئی، اور اس کی جگہ راضی بادشاہ بنایا گیا، اس نے
 کوئی دس برس بادشاہت کی، یہ قابل اور سمجدار تھا، لیکن سلطنت ایسی کمزور ہو چکی
 تھی کہ کسی طرح درست نہ ہو سکی، اس نے امیر الامرائی کا ایک نیا عہدہ
 قائم کیا، جس سے آگے چل کر یہی سہی شان اور بھی جاتی رہی،
 قرامطہ کی مصیبت ایسی سخت تھی کہ لوگ حج کے لئے بھی نہیں نکل سکتے تھے،
 یہ قوسب تھا ہی خاص شہر بغداد میں مذہبی جھگڑے شروع ہو گئے، اس کی
 وجہ یہ ہوئی کہ اس زمانہ میں واجد علی شاہی لکھنؤ کی طرح سارے بغداد میں پھیل
 گئی تھی، بغداد والے رنگ رلیوں میں لگ گئے تھے، ناچ، گانا، شراب کباب میں
 مست رہتے تھے، یہ حالت دیکھ کر حنبلی (امام احمد بن حنبل کے ماننے والے)،
 اوٹھ کھڑے ہوئے، اور ان باتوں کو مٹانا شروع کیا، جہاں گانے والے نظر
 آتے ان کو پیٹتے، شرابی دکھائی دیتا اسے مارتے، شراب کی دکانوں میں گھس کر
 شراب کے برتن توڑ ڈالتے، ان باتوں سے بغداد والے تنگ ہو گئے، راضی نے
 بڑی مشکوں سے اس کو روکا،

مصر جو مکتفی کے زمانہ میں قبضہ میں آیا تھا، پھر ہاتھ سے نکل گیا، اور اس پر طولونین
 کے غلام اخیندی خاندان کا قبضہ ہو گیا، ان کے علاوہ بنی بویہ کی ایک نئی حکومت شروع
 ہوئی جو بڑھتے بڑھتے بغداد تک پہنچ کر، اور آگے چل کر خلیفہ پر چھا گئی، ۳۲۵ء میں امینی
 کی وفات ہوئی،

رضی بڑا نیک اور علم دوست خلیفہ تھا، شعر بہت اچھے کہتا تھا، خلیفہ کے اختیارات
 اگرچہ اس سے بہت پہلے ختم ہو چکے، لیکن رضی کے زمانہ تک ظاہری ٹھاٹھ باٹھ قائم تھا،
 اور دربار میں بادشاہی کی شان نظر آتی تھی، لیکن راضی کے مرنے ہی یہ بھی ختم
 ہو گئی، سارا شان و شکوہ امیر الامرانے چھین لیا، اور خلیفہ محض وظیفہ خوار رہ گئے،



(۲۱ - ۲۲)

منتقی ۳۲۵-۳۳۲ مستکفی ۳۳۳-۳۳۴

راضی کے بعد متقی اور اوس کے بعد مستکفی بادشاہ ہوئے لیکن دونوں تھوڑے
تھوڑے دنوں کے بعد تخت سے اتار دیئے گئے، اب خلیفہ کا نام ہی نام باقی تھا،
ورنہ اصل میں حکومت پورے طور سے بنی بویہ کے ہاتھ میں تھی، یہ جب جسے چاہتا
تخت پر بٹھا دیتے، اور جب چاہتے اتار دیتے، خلیفہ کی حیثیت ایک کٹھ پتلی سے
زیادہ نہ تھی، عباسیوں کی کمزوری سے ملک میں جگہ جگہ نئی حکومتیں قائم ہو گئی
تھیں، اس وقت اگلی پچھلی گیارہ بادشاہتیں موجود تھیں،

(۱) اندلس میں بنی امیہ کی سلطنت قائم تھی، عبدالرحمن الناصر بادشاہ تھا،
(۲) افریقہ میں ادرسی اور اغبلی حکومتوں کی جگہ فاطمی سلطنت قائم ہو گئی تھی،
یہ لوگ اپنے کو خلیفہ کہتے تھے، اس وقت اسماعیل منصور ان کا خلیفہ تھا،
(۳) مصر میں اختیاری حکومت کر رہے تھے، جو برے نام عباسیوں کو مانتے
تھے، ابو جبر بن محمد اشید اس خاندان کا حاکم تھا،

(۴) حلب میں حمدانیوں کی بادشاہت تھی، اون کا امیر سیف الدولہ تھا،
یہاں بھی عباسیوں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا،

(۵) جزیرہ فراتہ میں ناصر حمدانی بادشاہ تھا، یہ بھی عباسیوں کا خطبہ پڑھتا تھا،

(۷) عراق بنی بویہ کے قبضہ میں تھا، یہاں پہلے عباسی خلیفہ، پھر اس کے ساتھ
مصر الدولہ کا نام لیا جاتا تھا،

(۸) عمان، بحرین، یمامہ اور نصیرہ میں قرامطہ کا زور تھا، جو فاطمی امام کا
خطبہ پڑھتے تھے،

(۹) فارس اور ہوازمین عباسی خلیفہ اور اس کے بعد علی بن بویہ عماد الدولہ
کا ذکر ہوتا تھا، جو امیر الامرا بھی کہلاتا تھا،

(۱۰) بلا جلیل اور رے میں خلیفہ اور رکن الدولہ حسن بن بویہ کا نام لیا جاتا تھا

(۱۱) جرجان اور طبرستان میں سامانیوں اور شمشگیر کے جھگڑے تھے،

(۱۲) خراسان اور ماوراءالنہر جس کا صدر مقام بخارا تھا سامانیوں کے ماتحت تھا

یہاں عباسیوں کا خطبہ پڑھا جاتا تھا،

یہ تمام بڑی بڑی سلطنتیں جو پہلے ایک ہی بادشاہ کے ماتحت تھیں،

اب الگ الگ ہو گئی تھیں، اور آپس ہی میں لڑتی بھڑتی رہتی

تھیں، یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ عرب جو کبھی سیاہ و سفید کے ملک

تھے، عباسیوں کی غلطی سے اب حکومت سے بالکل الگ ہو چکے تھے، اور حمدانیوں

کو چھوڑ کر کہیں بھی ان کی بادشاہت نہ تھی، حمدانیوں کی بھی حالت یہ تھی کہ وہ

بنی بویہ کے ماتحت تھے،

اس خطبہ پڑھنے سے مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ظاہر عباسیوں کا ادب کرتے تھے اور نام چار کو ان کے ماتحت تھے

(۲۳)

میٹح ۳۶۳-۳۶۴

مستکفی کے بعد اوس کا چچا زاد بھائی میٹح تخت پر بیٹھا، سلطنت پہلے ہی بنی ہوئی کے قبضہ میں تھی، اب وزارت کا عہدہ بھی ٹوٹ گیا، اور خلیفہ کے پاس صرف میرٹھ رہنے لگا، ادھر طاقت بڑھتے ہی خود بنی بویہ آپس میں جھگڑانے لگے، جس سے اور بھی حالت خراب ہو گئی،

یہ عجیب پریشانی کا زمانہ تھا، جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں، اور آپس ہی میں لڑ رہی تھیں، اوپر گیارہ حکومتوں کا ذکر پڑھ چکے ہو، میٹح کے زمانہ میں واسط و بصرہ کے درمیان ابن شایہ نے ایک اور ریاست قائم کر دی (۳۶۳-۳۶۴) مصر میں کا فوراً خیدی کا انتقال ہو گیا، فاطمی مدت سے تاک میں تھے، معز الدین نے فوراً اپنے پہلے سالار جوہر کو روانہ کیا، جس نے وہاں پہنچ کر فاطمیوں کا جھنڈا کاڑ دیا، اس افراتفری نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا، دشمنوں کے دل سے ان کا رعب جاتا رہا، اور ان کی ہوا اکھڑ گئی، رومی جن کے چند ہزار بیڑوں نے پرچے اڑا دیے تھے، جھینم انویوں نے قدم قدم پر شکست دی تھی، جن کے قیصر کو ہار دین رومی کو کہا کہ کڑھٹا تھا، جن کی عورت یہ تھی کہ ایک لونڈی کی فریاد پر معتمد فوجیں لیکر بڑھتا تھا، اور دم کے دم میں عموریہ کو تیس تیس کر ڈالتا تھا، اور شہر وں کی خاک اڑا دیتا تھا

یا آج آپس کے جھگڑوں کا اثر یہ ہوا کہ وہی رومی اتنے شیر ہو گئے کہ دن دھاڑے مسلمان ملکوں میں گھس آئے اور غون کے دریا بہا دیتے، عورتوں کی پریشانی، بچوں کی بلبلاہٹ، بوڑھوں کی چیخ اور مریضوں کی آہ سے آسمان ہل جاتا، زمین کانپ اٹھتی، لیکن، فریاد کو کون پہونچتا، مسلمان تو خود آپس ہی میں الجھ رہے تھے، انہیں اس کا خیال کیسے ہوتا، مجبور ہو کر علماء نے خود مقابلہ کا سامان کیا، لیکن بنی ہویہ نے آگے نہ بڑھنے دیا اور درمیان ہی میں اون کا خاتمہ کر دیا،

(۲۵-۲۴)

طالع ۳۶۳-۳۸۱ ءقادر ۳۸۱-۳۲۲ ء

مطلع کے بعد طالع اور پھر اوس کے بعد قادر تخت پر بیٹھے ان کے زمانہ میں حالت اور خراب ہو گئی، قادر خود طبیعت کا اچھا تھا، لیکن سلطنت کی جو حالت ہو چکی تھی، اس کا سنبھالنا اس کے بس سے باہر تھا،

میں کی زیادہ حکومت کا ذکر آچکا ہے ۳۸۱ء میں بنی زیادہ کے غلام موید نجار نے بادشاہ پر قبضہ کر لیا، یہ سلطنت ۵۵۴ء تک قائم رہی، اس کے بعد ہمدوی حکومت قائم ہوئی، موصول میں حمدانیوں کے بعد عقیلی حکومت قائم ہوئی (۳۸۶-۳۹۹ء)

۳۸۱ء میں ابو علی حسن بن مردان نے ایک نئی حکومت قائم کی جو دولت مروانیہ کے نام سے ۳۹۹ء تک قائم رہی، حلب میں ۳۸۲ء تک خاندان مروان حکومت کرتا رہا، پورب کی طرف افغانستان میں غزنوی حکومت قائم ہوئی، جس میں سلطان محمود غزنوی بہت مشہور ہے،

(۲۶)
قائم ۴۲۲-۴۶۷ھ

باپ کے مرنے پر قائم خلیفہ ہوا، عباسیوں کی قوت پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، اب بنی بویہ بھی آپس میں لڑ کر تباہ ہو چکے تھے، انہیں کوئی قوت باقی نہ تھی، پورے ملک کیا ذکر ہے، بغداد کا انتظام بھی ان سے نہ سنبھلتا تھا، اور یہاں دن دھاڑے لوٹ ہونے لگی، بغداد میں شیعہ امرا نے یہ صورت دیکھ کر بیان فاطمیوں کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی، مگر سلجوقیوں کا زور بڑھ چکا تھا، اور بغداد سے ان کے تعلقات پیدا ہو چکے تھے، اس لئے قائم نے سلجوقی سلطان طغرل بک سے مدد مانگی، وہ تو اس کے لئے تیار ہی تھا، فوراً روانہ ہو گیا، اور ۲۵ محرم ۴۲۷ھ کو بغداد میں داخل ہو گیا، بنی بویہ کا آخری بادشاہ ملک جیم گرفتار ہوا، اور دیلمیوں کی جگہ سلجوقی حکومت قائم ہو گئی، طغرل نے اپنی بھتیجی ارسلان خاتون خلیفہ کے نکاح میں دی، اور خود

۱۵ سلجوقیوں کے پابن خجے تھے، جو انک الگ علاقوں پر حکومت کرتے تھے،

(۱) سلاجقہ عظمیٰ (۴۲۹-۵۲۲ھ) یہ خراسان، عراق اور فارس وغیرہ پر قابض تھے،

(۲) سلاجقہ کرمان (۴۳۳-۵۶۳ھ)

(۳) سلاجقہ کردستان (۵۱۱-۵۹۰ھ)

(۴) سلاجقہ شام (۴۸۶-۵۱۱ھ)

(۵) سلاجقہ روم (۴۶۷-۵۷۰ھ) (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۰ پر)

خلیفہ کی بیٹی کے ساتھ اپنا نکاح کیا،

قائم کے زمانہ میں رومیون نے پھر مقابلہ کی ہمت کی، لیکن اب سلجوقیوں کی مضبوط حکومت قائم تھی، سلطان الپ ارسلان تیزی کے ساتھ آگے بڑھا، خلا کے قریب مقابلہ ہوا، جب میں رومیون کو سخت شکست ہوئی، رومی بادشاہ خود گرفتار اور پندرہ لاکھ دینار دیکر چٹھا، ^{۳۵۸} میں انطاکیہ رومیون کے ہاتھ سے نکل کر پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا،

۱۰ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹) ان میں دو شاخیں زیادہ مشہور ہیں،

(۱) سلاجقہ عظمیٰ،

(۲) سلاجقہ روم،

بغداد پر سلاجقہ عظمیٰ ہی کا اثر تھا، ملک شاہ سلجوقی اور اوس کا مشہور وزیر نظام الملک طوسی اسی شاخ میں تھے، ان کی کمزوری کے بعد کردستان کی شاخ کا کچھ دن اتر رہا، کوئی سو برس تک سلجوقیوں کا بڑا زور رہا، لیکن بعد میں یہ کمزور ہوتے ہوئے بالکل مٹ گئے، سلاجقہ روم نے البستہ بڑی عمر پائی، آخر ^{۳۷۸} میں تاتاریوں کے ہاتھوں انکا بھی خاتمہ ہو گیا، تو غمانی ترکوں نے ان کی جگہ لی، اور آج تک کسی نہ کسی طرح حکومت کر رہے ہیں،

(۲۶) (۲۸)

مقدمہ ۲۶-۲۷ء مستطہ ۲۸-۳۱۲ء

یہ دونوں بہت ہی دیندار، سچمدار اور منظم تھے، لیکن بغداد کے سوا ان کا اثر ہی کہاں تھا کہ کچھ اصلاح کر پاتے، بادشاہت تو مدت سے دوسروں کے پاس تھی، عباسیوں کا صرف نام باقی تھا،

جزیرہ صقلیہ (سسیلی) جسے زیادہ امداغلی نے فتح کیا تھا، اور اب طبرستان کے قبضہ میں تھا، سکتہ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا،

مستطہ کے زمانہ میں خراسان کی طرف خوارزم شاہی حکومت قائم ہوئی جو تاتاریوں کے حملہ تک باقی رہی، (۲۶-۲۷ء)

سلجوقیوں نے حالت سنبھال لی تھی، لیکن ملک شاہ کے بعد اون کی قوت کم ہونے لگی، اور مسلمان پھر آپس ہی میں لڑنے بھڑنے لگے، یہ حال دیکھ کر فرنگیوں

(یورپ کے عیسائیوں) نے مسلمانوں پر دھاوا بول دیا، تاکہ اون سے بیت المقدس

چھین لیں، مسلمان تو آپس ہی میں جھگڑ رہے تھے، مقابلہ کون کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں

شکست ہوئی اور کئی چھوٹی چھوٹی فرنگی حکومتیں قائم ہو گئیں، ان لوگوں نے

مسلمانوں کو ایسی سخت تکلیفیں پہنچائیں کہ اون کے ذکر سے بدن کے روگ

کھڑے ہو جاتے ہیں

فرنگیوں کی نصیبت کیا کم تھی کہ باطنیوں نے غضب ڈھانا شروع کیا، یہ لوگ فاطمیوں سے تعلق رکھتے تھے، اون کا عقیدہ تھا کہ شریعت کا ایک تو ظاہر حکم ہوتا ہے، جسے سب سمجھتے ہیں، لیکن اوس کا اصلی مطلب چھپا ہوتا ہے، جو صرف امام ہی سے معلوم ہو سکتا ہے، اس عقیدہ کی وجہ سے انھیں بڑی آسانی تھی، جہاں جیسا موقع ہوتا ویسے معنی بیان کرتے، اور جیسی ضرورت ہوتی ویسا ہی حکم گھڑ لیتے، شریعت کیا تھی ان کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن کر رہ گئی تھی، جس میں ہمیشہ توڑ مروڑ کرتے رہتے،

پہلے تو یہ لوگ صرف زبانی تبلیغ کرتے تھے لیکن اتفاق سے ایک شخص حسن بن صباح ان کی جماعت میں داخل ہو گیا، یہ بڑا زبردست آدمی تھا، اس نے ایسی ترکیبیں لڑائیں کہ باطنیوں کی اچھی خاصی حکومت قائم ہو گئی، یہ لوگ اب سچی رہی اور تر آئے، جو ذرا مخالفت کرتا آٹا فانا مار ڈالا جاتا، حسن نے قلعہ الموت میں بہت عمدہ باغ لگوایا تھا جس میں خوبصورت خوبصورت عورتیں، عمدہ عمدہ نہریں اور اچھی اچھی عمارتیں موجود تھیں، اپنے مریدوں کو جنگ پلا کر بیوش کر دیتا، پھر اس باغ میں پہنچا دیتا، مرید کی آنکھ کھلتی تو دیکھتا کہ ایک بڑی ہی خوبصورت جگہ میں لیٹا ہوا ہے، حوریں (عورتیں) عثمان (لڑکے) خدمت کے لئے حاضر ہیں، دودھ و شہد کی نہریں بہ رہی ہیں جن کے کنارے میوہ دار درخت لگے ہیں، وہ حیران ہو کر پوچھتا کہ میں کہاں ہوں، حوریں اور عثمان یقین دلاتے کہ یہی جنت ہے، جو امام کی تابعداری کی وجہ سے نصیب ہوئی ہے، دس پندرہ دن اسی حال میں گزر جاتے، تو پھر ایک دن بیوش کر کے باہر کر دیا جاتا، جب بیوش

آتا تو سب کچھ غائب نظر آتا، اب پھر وہ خوشامد کرنا کہ وہیں جا پہنچے، حسن اور اوس کے
 آدمیوں کی طرف سے یقین دلایا جاتا کہ بلا مرے وہاں پہنچنا ناممکن ہے، موت کے بعد
 ابدتہ وہاں پہنچ سکتے ہو اگر امام کا کہنا مانو اور اوس کی تابعداری میں جان دو
 اس ترکیب سے حسن کے مریدوں میں بڑی ہمت و بہادری پیدا ہو جاتی، اور
 وہ اپنے پیر کے حکم پر ہر وقت مرنے کے لئے تیار رہتے، یہ لوگ فدائی کہلاتے تھے
 سخت سے سخت موقعوں پر ہی فدائی کام آتے، اور اپنی جان جو کمون میں ڈال کر
 بڑے سے بڑے آدمی کو قتل کر دیتے، مسلمانوں کے خدا معلوم کتنے بڑے بڑے
 آدمی ان فدائیوں کے ہاتھوں مارے گئے، ملک شاہ سلجوقی نے ان کا زور کم
 کیا، لیکن اوس کا وزیر نظام الملک طوسی ایک فدائی کے ہاتھ سے مارا گیا، ملک
 کے بعد اوس کے بیٹے سلطان محمد نے پھر بڑی کوشش سے ان کا زور توڑا، آخر میں
 رہی سہی طاقت تااریوں نے ختم کی، ہلاکو خان نے ان کے قلعہ الموت پر قبضہ
 کر لیا، اور ہمیشہ کے لئے باطنیوں کا خاتمہ ہو گیا،

(۲۹) (۳۰)

مسترشد ۵۱۲-۵۲۹ - ۵۲۹-۵۳۰ راشد

مستظہر کے بعد مسترشد اور اوس کے بعد راشد تخت پر بیٹھے،
 مسترشد ہمت والا خلیفہ تھا، سلجوقیوں کا زور خانہ جنگیوں کی وجہ سے
 ٹوٹ چکا تھا، اس لئے مسترشد نے اون کے پنجہ سے چھوٹنے کی کوشش کی، یہ رنگ
 دیکھ کر سلطان مسعود سلجوقی نے اوس کو روکا، مگر وہ کب رکنے والا تھا، دونوں
 میں لڑائی ہوئی، سلطان مسعود سلجوقی نے مسترشد کو شکست دی، اور تمام اعتبار
 چھین لئے، مسترشد ایک باطنی کے ہاتھ سے مارا گیا، اور راشد تخت پر بیٹھا، اوس نے
 مسعود سے باپ کا بدلہ لینا چاہا، اس پر مسعود فوج لے کر بغداد آیا، راشد بھاگ گیا
 اور اوس کی جگہ مقتفی بادشاہ ہوا،

(۳۱)
مقتضی ۵۳۰-۵۵۵ھ

سلطان مسعود نے اپنی بہن فاطمہ مقتضی کے نکاح میں دیدی ۵۳۴ھ میں مسعود کا انتقال ہو گیا، اس کے مرتے ہی سلجوقیوں پر زوال آگیا، ملک کے کچھ حصہ پر خلیفہ نے قبضہ کر لیا، باقی آناک یعنی سلجوقیوں کے فوجی سرداروں میں بٹ گیا، اور کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں جن کے نام یہ ہیں:-

(۱) خوارزم شاہی (۴۹۵-۵۲۸ھ) آخرین تارویں کے ہاتھ آئی،

(۲) ارتقیہ کیفیہ (۴۹۵-۵۲۰ھ) بعد کو ایوبیوں کو ملی،

(۳) ارتقیہ ماردینیہ (۵۰۲-۵۸۱ھ) عثمانی ترکوں کے قبضہ میں آئی،

(۴) آناکیہ دمشق (۴۹۶-۵۴۹ھ) زنگیوں کے ہاتھ آئی،

(۵) آناکیہ موصل (۵۳۱-۶۶۰ھ) تاتاریوں کا قبضہ ہوا،

(۶) آناکیہ حلب (۵۴۱-۶۰۰ھ) نوال الدین محمود زنگی اسی شاخ میں ہوئے ہیں

بعد کو ایوبیوں یعنی سلطان صلاح الدین

کے خاندان کو یہ حکومت بھی ملی،

(۷) آناکیہ سنجاہ (۵۶۶-۶۱۶ھ) یہ بھی ایوبی حکومت میں شامل ہوئی،

(۸) آناکیہ جزیرہ (۵۶۶-۶۳۸ھ) یہ بھی ایوبیوں کو ملی، اور اس پر

بھی سلطان صلاح الدین کے

خاندان کا قبضہ ہوا،

(۹) آٹاکیہ اربل (۵۳۳-۵۳۴ھ) یہ عباہیوں کو ملی، اور تاتاریوں کے حملہ

تک انہی کے قبضہ میں رہی،

(۱۰) آٹاکیہ فارس (۵۳۳-۵۳۶ھ) یہ تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی، ابو بکر بن

سعد زنگی اسی خاندان میں تھا، یہ وہی ابو بکر سعد

ہے جس کی شیخ سعدی نے اپنی کتاب گلستان

میں تعریف کی ہے، اور جس کے نام پر انصاری

اپنا تخلص سعدی رکھا تھا،

(۱۱) آٹاکیہ آذربائیجان (۵۳۱-۵۳۲ھ) یہ خوارزمیوں کے قبضہ میں آئی،

(۱۲) آٹاکیہ نورستان (۵۳۳-۵۳۴ھ)

(۱۳) شہان ارمین (۴۹۳-۵۰۴ھ) یہ ایویوں کو ملی،

۱۵ نمبر ۵-۶-۷-۸، ان چاروں کی اصل موصل ہی کی آٹاکی ریاست ہے،

عماد الدین زنگی کے بعد ان کے دونوں بیٹوں سیف الدین اور نور الدین محمود میں موصل

اور حلب کی سلطنت تقسیم ہو گئی، پھر سیف الدین کے بعد اس کے لڑکے قطب الدین

کی دواؤ لادین، محمد بن، (۱) سیف الدین، (۲) عماد الدین، سیف الدین تو موصل

ہی میں رہا، لیکن عماد الدین کے حصہ میں سنجار کی حکومت آئی، آگے چل کر اس

سیف الدین کا ملک بھی دو حصوں میں تقسیم ہوا، ایک بیٹے عز الدین کو موصل

کی حکومت ملی، اور دوسرے بیٹے بخر شاہ کے حصے میں جسزیرہ کی حکومت

آئی،

یہ تو بلجوتی سلطنت کا حال تھا، غزنی کے سلطان محمود کا ذکر پہلے آچکا ہے، اسی زمانہ میں اس کے خاندان سے سلطنت نکل کر غوریوں کے قبضہ میں آئی، یہ وہی خاندان ہے جس میں شہاب الدین غوری ہوا ہے، جس نے ہندوستان میں مستقل اسلامی سلطنت قائم کی،

فرنگیوں کا زور و سیاہی تھا، عجاسیوں میں، مقابلہ کی ہمت کہاں تھی، وہ تو کہو امیر نے سلطان نور الدین زنگی اور اون کے جواہر دالوالا العزم افسر سلطان صلاح الدین ایوبی کو پیدا کر دیا، جن کی ہمت و استعداد سے عیسائیوں کو سخت شکست ہوئی اور تمام گئے ہوئے ملک پھر مسلمانوں کو واپس مل گئے،
 ۵۰۵ھ میں متغی نے وفات پائی،

(۳۲) (۳۳)

مستنجد ۵۵۵-۵۶۶، مستنضی ۵۶۶-۵۷۵

مقتضی کے بعد مستنجد اور اس کے بعد مستنضی خلیفہ ہوئے، یہ دونوں بڑے منتظم، نیک اور منصف مزاج تھے، بنی بویہ کے وقت سے عباسی صرف نام کے خلیفہ رہ گئے تھے، لیکن مقتضی نے کوشش کر کے پھر ٹھوڑی بہت سلطنت پیدا کر لی، مستنجد کے زمانہ میں مصر کی فاطمی حکومت ختم ہو گئی، اور اس کی جگہ موصل کے امیر نور الدین زنگی کی طرف سے اسد الدین شیر کوہ مقرر ہوئے، شیر کوہ کے بعد سلطان صلاح الدین کو حکومت ملی، اور اوغون نے مستنضی کے زمانہ میں عباسی خطیمہ جاری کر دیا، اسی زمانہ میں سلطان نور الدین کی وفات ہوئی، یہ بہت نیک، نہایت دیندار اور بڑے پکے مسلمان تھے، ان کا اور ان کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہے، انہی لوگوں نے بہت کر کے صلیبی جنگیوں کا مقابلہ کیا، اور اللہ کا نام لے کر ایسی زبردست کوشش کی کہ لکھو کھا عیسائیوں کے پیر اکھڑ گئے، اور صلیبی لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا، اور بیت المقدس پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا، (۵۵۵ھ) صلاح الدین نے مصر و شام میں اپنی حکومت قائم کی، اور ایک مدت تک اس خاندان کے لوگوں نے عباسی حکومت کے ماتحت بڑی خوبی سے ان دونوں ملکوں پر حکومت کی، ان کا نام ایوبی بادشاہ ہے،

(۳۴) ناصر ۵۶۵-۶۲۲ھ

(۳۵) ظاہر ۶۲۲-۶۲۳ھ

(۳۶) مستنصر ۶۲۳-۶۴۰ھ

مستنصری کے بعد ناصر تخت پر بیٹھا اس کے زمانہ میں سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کو بالکل شکست دیدی، اور بیت المقدس پر قبضہ کر لیا، ناصر کے بعد ظاہر تخت پر بیٹھا، لیکن سال ہی بھر میں وفات پائی، اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مستنصر خلیفہ ہوا، یہ بڑا نیک مزاج بادشاہ تھا،

مستنصر بالله

۶

۶

(۳۷)

مستعصم ۶۴۰-۶۵۶ھ

مستعصم کے بعد اوس کا بیٹا مستعصم خلیفہ ہوا، ناصر کے زمانہ ہی میں تاتاریاں
 نکل پڑے تھے، اور چنگیز خان اور اوس کی اولاد مسلمان حکومتوں کو تباہ و برباد
 کر رہی تھی لیکن بغداد کی طرف اب تک بڑھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، مستعصم کے زمانہ میں
 ایک مرتبہ بغداد کے سنی شیعوں میں لڑائی ہوئی، حسین شیعوں کو نقصان پہنچا، مستعصم کا وزیر
 ابن علقمی شیعہ تھا، اس واقعہ سے یہ آگ بگولہ ہو گیا، اس زمانہ میں چنگیز خان کا پوتا ہلاکو تاتاریوں
 کا بادشاہ تھا، ابن علقمی نے اسے بغداد پر حملہ کے لئے ابھارا، ہلاکو قودس سے بچا ہوا
 تھا، اطلاع ملتے ہی فوراً روانہ ہو گیا، اور محرم ۶۵۶ھ کو بغداد میں آپہنچا، مستعصم بھاگے
 میں مقابلہ کی تاب نہ لے کر کمان چھوڑ کر، چند دن میں تاتاریوں نے شہر پر قبضہ کر لیا، اور قتل عام شروع
 کر دیا، ہمتیہ کا کیا ذکر ہو، خود خلیفہ اور اوس کی اولاد نہ بچ سکی، بغداد جو کبھی دنیا کا سب سے
 بڑا آباد اور بارونی شہر تھا، دم کے دم میں تیس تیس ہو گیا، آدمی مارے گئے، دولت
 لوٹی گئی، عمارتیں توڑی گئیں، کتب خانے برباد کئے گئے، ایک پیر ہو تو اسے رو یا
 جائے، ان وحشیوں نے تو سارے شہر کو خاک میں ملا دیا، مشہور ہے کہ صرف کتابیں
 ہی وجہ میں اتنی ڈالی گئیں کہ اون کی سیاہی سے پانی کارنگ بدل گیا،

پانچواں باب

مصر کی عباسی خلافت

بنداد کی تباہی کے بعد عباسی خاندان کے ڈوٹھنص وہاں پہنچ کر بھاگے، اب
 ابوالقاسم احمد بن ظاہر باندہ اور دوسرا ابوالعباس احمد مسترشد باندہ ابوالعباس قو
 حلب میں رہ گیا، لیکن ابوالقاسم رجب ۲۵۹ھ میں مصر پہنچا، اس زمانہ میں یہاں
 ملک ظاہر یبرس بادشاہ تھا، اس نے بڑی آؤ بھگت کی ایک برادر بار کیا حسین
 امیر وزیر عالم قاضی سب جمع ہوئے، ان سب کے سامنے قاضی تاج الدین
 نے نسب کی تحقیق کی، جب اچھی طرح ثابت ہو گیا، کہ ابوالقاسم پچ عباسی ہے، تو
 اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اور بنداد کی تباہی کے تین برس بعد پھر مصر میں
 خلافت کا سلسلہ شروع ہو گیا، لیکن ان کے پاس کوئی دیناوی طاقت نہ تھی صرف
 انھیں دینی عزت حاصل تھی، اب ارادہ ہوا کہ دونوں بھائی مل کر تاتاریوں
 پر حملہ کریں، ملک ظاہر نے دس لاکھ دینار سے سامان درست کیا، اور مستنصر
 (یعنی ابوالقاسم) روانہ ہو گیا، سرِ محرم ۳۱۰ھ کو تاتاریوں سے مقابلہ ہوا لیکن سہلانو
 کو شکست ہوئی، اور مستنصر (ابوالقاسم) مارا گیا،

اس کے بعد ابوالعباس حلب سے بلا کر حاکم باندہ کے نام سے خلیفہ بنایا گیا
اور پرم لکھ چکے ہیں کہ یہ لوگ صرف نام کے خلیفہ تھے، ان کی جو کچھ حسرت
تھی، صرف دینی تھی، دنیاوی طاقت اور عین کبھی حاصل نہیں ہوئی، اور یہ لوگ
ہمیشہ مصر کے بادشاہوں کے ماتحت رہے، اور صرف گذارہ پاتے رہے، اسلئے
اون کا مفصل ذکر بیکار ہے، سلسلہ کے لئے صرف نام لکھ دینے کافی ہیں،

- ۱۔ ابوالقاسم مستقر (۶۵۹-۶۶۰) اور ذکر ہو چکا ہے،
- ۲۔ ابوالعباس حاکم (۶۶۰-۶۶۱) ذکر ہو چکا ہے،
- ۳۔ مستکفی اول (۶۶۱-۶۶۲) وفات پائی،
- ۴۔ واثق (۶۶۲-۶۶۳) معزول کیا گیا،
- ۵۔ حاکم دوم (۶۶۳-۶۶۴) وفات پائی،
- ۶۔ معتضد اول (۶۶۳-۶۶۴) وفات پائی،
- ۷۔ متوکل (۶۶۴-۶۸۰) وفات پائی،
- ۸۔ مستعین (۶۸۰-۸۱۵) چھ مہینوں کے لئے اسے دنیاوی
طاقت بھی حاصل ہوئی لیکن پھر معزول کیا گیا
- ۹۔ معتضد دوم (۸۱۵-۸۴۵) وفات پائی،
- ۱۰۔ مستکفی دوم (۸۴۵-۸۵۴) وفات پائی،
- ۱۱۔ قاسم (۸۵۴-۸۵۹) وفات پائی،
- ۱۲۔ مستنجد (۸۵۹-۸۸۴) قید کیا گیا،
- ۱۳۔ متوکل دوم (۸۸۴-۹۰۳) وفات پائی،

۱۴۔ مستمک (۹۰۳-۹۲۰ھ) وفات پائی،

۱۵۔ متوکل سوم (۹۲۰-۹۲۳ھ)

متوکل سوم سب سے آخری عباسی خلیفہ ہوا ہے، ۹۲۳ھ میں عثمانی سلطان
سلیم اول نے مصر و شام و عرب کو فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا،



چھٹا باب

اندلس (اسپین)

اندلس یورپ کے جنوب میں شمالی افریقہ کے ملک مراکش کے پاس ایک ملک ہے، مراکش اور اسپین کے بیچ میں بانی کی صرف ایک تہی لکیر حائل ہے، حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمان شمالی افریقہ کے کونے تک پہنچ چکے تھے، امیر معاویہ کے زمانہ میں وہ اور گے بڑھے، اور ولید کے زمانہ میں مشہور مسلمان جنرل طارق نے اندلس کے بادشاہ راڈرک کی ایک لاکھ فوج کو بارہ ہزار فوج سے شکست دیکر ملک پر قبضہ کیا۔ مسلمانوں نے اس ملک میں چہ سو برس تک حکومت کی، اور وہ وہاں ایسے بس گئے تھے، کہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کبھی اس ملک سے ایسا نکل جائیں گے کہ ایک مسلمان بھی وہاں باقی نہیں رہیگا۔

عین اوس وقت جب ترک یورپ کے ملکوں میں آگے بڑھ رہے تھے، یورپ کی دوسری طرف عرب کمزور ہو کر اپنے برزگوں کی چہ سو برس کی کما کی کو برباد کر رہے تھے،

جب تک بنی امیہ کی حالت اچھی رہی، اندلس کا انتظام بھی ٹھیک رہا، لیکن جون جون اون کی سلطنت میں کمزوری آتی گئی، یہاں کی حالت بھی خراب ہوتی گئی،

۱۳۲ء میں جب بنی جماس کے ہاتھوں امویوں کا خاتمہ ہوا تو عبدالملک کا پرپوتا عبدالرحمن الداخل کسی طرح جان بچا کر اندلس پہنچا، یہاں اس زمانہ میں عجب بڑی بھیلی ہوئی تھی، عرب و بربر ایک دوسرے کے دشمن تھے، مدنی دشمنی آپس میں لڑتے تھے، اور سب سے بڑھکر یہ کہ عرب کے دو قبیلے حمیری اور مضری ایک دوسرے کو کھائے جاتے تھے، آپس کے ان جھگڑوں کی وجہ سے ملک تباہ ہو گیا تھا، اور قریب تھا کہ بالکل عیسائیوں کے قبضہ میں چلا جائے کہ اتنے میں عبدالرحمن الداخل قدم رکھا، اس نے کچھ ایسی حکمت و تدبیر سے کام لیا کہ تھوڑے ہی دنوں میں سارا ملک قبضہ میں آگیا، اور اندلس میں پھر سے اموی حکومت قائم ہو گئی، جو ۲۲۳ء تک باقی رہی، اس خاندان میں پندرہ بادشاہ ہوئے، جن کے نام یہ ہیں :-

(۱) عبدالرحمن الداخل (۲) ہشام اول (۳) حکم اول (۴) عبدالرحمن دوم، (۵) محمد (۶) منذر، (۷) عبداللہ (۸) عبدالرحمن انصر، (۹) حکم دوم (۱۰) ہشام دوم، (۱۱) محمد مہدی، (۱۲) سلیمان مستعین، (۱۳) عبدالرحمن مستنصر، (۱۴) سلیمان منکفی، (۱۵) ہشام مستمدر،

کوئی چار سو سال تک اس خاندان کی حکومت رہی، سب سے پہلے عبدالرحمن بادشاہ ہوئے، اور اپنی محنت و توجہ سے سارے جھگڑے فساد دور کر دیئے، ان کے بعد حکم اول، ان کے بعد ہشام اول، پھر عبدالرحمن دوم بادشاہ ہوئے، ان لوگوں نے بھی بڑی قابلیت و استعداد سے کام لیا، اور اس اندس کو جو پہلے ویران و تباہ تھا اپنی یافت و تدبیر اور محنت و توجہ سے گلزار بنا دیا، جس جگہ پہلے خاک اڑتی تھی وہاں ہرے بھرے باغ اہلہائے کھیت، بہتی نرین، شاندار کارخانے اور خوبصورت

خل کھڑے ہو گئے، بھالت و بے علی کی جگہ علم کا چرچا ہونے لگا، اور درخت کے بدے انسانیت پیدا ہو گئی،

عبدالرحمن دوم کے بعد محمد منذر، اور عبداللہ بادشاہ ہوئے، لیکن ان میں نہ اپنے بزرگوں کی سی ہمت تھی نہ ویسی قابلیت، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بھرا دم بچے لگا، اور مملکت کے حصے بخرے شروع ہو گئے،

حالت یہی تھی کہ ست سہ میں عبدالرحمن انصر تخت پر بیٹھا، اس وقت ملک کی حالت بہت ہی خراب ہو چکی تھی، ایک طرف عیسائیوں کا زور تھا، دوسری طرف خود مسلمانوں میں تفرقہ تھا، کوئی اور ہوتا تو گھبرا کے بھاگ کھڑا ہوتا، لیکن عبدالرحمن کو اللہ نے عجب دل و دماغ دیا تھا، اس نے ایسی توجہ سے کام کیا کہ تھوڑی ہی مدت میں سارے دشمن دب گئے، اور ہر طرف اس کے نام کا ڈنکا بجنے لگا،

عبدالرحمن انصر کو عمارتوں کا بہت شوق تھا اس نے ایسی ایسی نفیس خوبصورت عمارتیں بنوائیں جنہیں دیکھ کر عقل چار میں آجاتی تھی، پارہ تخت قرطبہ کی رونق و آبادی کا کیا کہنا، سولہ میل کی لسان اور چھ میل کی چوڑائی میں آباد تھا، ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات اتنی ہزار چار سو دوکانیں، سات سو مسجدیں، نو سو حمام (غسل خانے) اور چار ہزار تین سو گودام تھے، شاہی محل، امیرون و زیرون کی کوٹھیاں اس کے علاوہ تھیں، کل آبادی دس لاکھ سے اوپر تھی،

شہر میں جگہ جگہ خوبصورت پارک اور مہینوں سے لے ہوئے باغ تھے، قدم قدم پر سنگ مرمر کے فوارے جاری تھے، راستوں اور گلیوں میں پتھر کا فرش تھا، سڑکوں پر شامیانے لگے ہوئے تھے، تاکہ گرمی میں مسافروں کو اندازوں

اور چلنے پھرنے والوں کو تکلیف نہ ہو، بازار ساری دنیا کے سامان سے بھر رہے تھے، مسافروں اور سوداگروں کے آرام کے لئے بڑی بڑی سرائیں بنی ہوئی تھیں، جہاں ضرورت کی تمام چیزیں موجود رہتی تھیں،

قرطبہ سے ملا ہوا زہرا کا وہ مشہور شہر تھا، جسکی خوبی اور خوبصورتی کے قصے آج تک مشہور ہیں، اور جس کی عمارتوں کے سامنے دنیا کی تمام عمارتیں بے حقیقت ہیں، ناصر کے بعد حکم بادشاہ ہوا، اور باپ ہی کی طرح سلطنت چلاتا رہا، ان لوگوں کی قدر دانی کی وجہ سے ساری دنیا کے صاحب کمال قرطبہ میں جمع ہو گئے تھے، سینکڑوں اسکول اور کالج قائم تھے، جہاں بڑے بڑے لائق وقابل اوساتدہزازو طالب علموں کو تعلیم دیتے تھے، گھر گھر کتب خانے موجود تھے، جنہیں ہر قسم کی کتابیں رہتی تھیں، خود حکم کا کتب خانہ دنیا میں بے مثال تھا، اس میں کئی لاکھ کتابیں تھیں، جن کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی، حکم کے شوق اور قابلیت کا اندازہ اس سے کر سکتے ہو کہ ہر کتاب اس کی نظر سے گزری تھی، اور اس پر اس کی رائے اور تحفظ موجود تھا، تیسریوں حکم نے وفات پائی، اور ملک میں بھرا بھری شریعت ہونے لگی، لیکن وزیر منصور کی لیاقت و تدبیر اور بہت دیباہ داری سے حالت پھر سنبھل گئی، اور سلطنت کو ایسی ترقی ہوئی کہ خلیفہ عبدالرحمن الناصر کا زمانہ آنکھوں کے سامنے آگیا، ۳۹۲ھ میں منصور کا انتقال ہو گیا، اور اوں کی جگہ اوں کے بیٹے وزیر مقرر ہوئے، لیکن ان لوگوں میں اتنی قابلیت نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ پھر گڑبڑ شروع ہوئی، اور ایک سلطنت کے بجائے بیسیوں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں،

ایسیا یوں کے لئے اس سے بہتر موقع اور کون ہو سکتا تھا، فوراً اٹھ کھڑے

ہوئے، اور مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے، پچاس ساٹھ برس کی گڑبڑ میں عیسائی بڑے زوردار ہو گئے، اور قریب قریب سارا ملک اون کے اثر میں آ گیا، اگر چند دن اور یہی حالت رہتی تو مسلمان بالکل ختم ہو جاتے، لیکن اللہ نے سمجھ دی اور انھوں نے مل کر مقابلہ کا ارادہ کیا، لیکن اب بھی وہ کمزور تھے، اس لئے انھوں نے مراکش کے بادشاہ یوسف بن تاشفین سے مدد مانگی، یوسف فوراً ایک بڑی فوج کے ساتھ اندلس پہنچا، ۱۱۹۵ء میں لاقہ کے مقام پر اٹھانوے شہسوار (۱۱۹۵ء میں عیسائی بادشاہ) سے مقابلہ ہوا، اللہ نے مسلمانوں کو کامیاب کیا، عیسائیوں کو ایسی سخت شکست ہوئی کہ شکل سے پانچ سو سوار زندہ بچے، فتح کے بعد ملک مسلمانوں کے سپرد کر کے یوسف واپس چلے گئے، لیکن یہاں پھر وہی آپس کے جھگڑے شروع ہونے لگے، تو ۱۱۹۵ء میں اگر ملک پر پورا قبضہ کر لیا، اور ایک بار پھر سارا اندلس ایک جھنڈے کے نیچے آ گیا،

۱۱۹۵ء تک یہ خاندان حکومت کرتا رہا، لیکن یوسف کے انتقال (۱۱۹۵ء) کے بعد حالت پھر خراب ہونے لگی، اور عیسائیوں نے زور پکڑنا شروع کیا، لیکن اللہ نے پھر اپنا فضل کیا، افریقیہ میں ایک نئے خاندان (موحیدین) کا اثر بڑھنا شروع ہوا، جو بڑھتے بڑھتے اندلس تک پہنچ گیا، ۱۱۹۵ء میں پورے ملک پر اون کا قبضہ ہو گیا، جو ۱۱۹۵ء تک برابر قائم رہا،

اس خاندان میں (۱) عبدالمومن (۲) یوسف بن عبدالمومن (۳) یعقوب المصنوع (۴) محمد الناصر، مشہور بادشاہ ہوئے ہیں، ان کے زمانہ میں مسلمان بہت مضبوط ہو گئے، اور ملک میں پھر رونق آ گئی، عیسائیوں نے کئی مرتبہ سراوٹھایا، لیکن مرہبان شکست کھائی، آخری مہم کے قلعہ عتاب کے پاس ۱۱۹۵ء میں ہوا، اس لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی،

جس کے بعد موحدین برابر کمزور ہوتے گئے، اور میں برس کے اندر اون کی طاقت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی،

بنی اسمر،

موحدین کے بعد غرناطہ میں بنی اسمر کی ایک نئی سلطنت قائم ہوئی، لیکن موحدین کے مقابلہ میں اون کی کوئی حیثیت نہ تھی، وہ سارے ملک پر بادشاہت کرتے تھے، اور یہ صرف ایک صوبہ کے حاکم تھے، لیکن پھر بھی جہان تک ہو سکا اونھوں نے مسلمانوں کی شان و شوکت قائم رکھی، اور ستائیس سے سترہ تک پورے دو سو پچھتر برس اون کا نام سُننے نہیں دیا۔ غرناطہ کا قصر اسمر جس کی خوبصورتی و خوش نمائی کے قصے اب تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں، اور جس کے کھنڈر اس مٹی ہوئی حالت میں بھی دیکھ کر بڑے بڑے انجینئرز دنگ رہ جاتے ہیں انہی بنی اسمر کی یادگار ہے،

سارے اندلس کے مقابلہ میں اس چھوٹی سی ریاست کی حیثیت ہی کیا تھی، خدا معلوم کس طرح یہ پونے تین سو برس کا زمانہ گزرا، عیسائیوں کو یہ ریاست کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی، لیکن اون کے آپس میں کچھ ایسی نا اتفاقی تھی کہ مسلمان بیچے ہوئے تھے، سترہ مین ملکہ ازبیل اور فردوسی نینڈ کی شادی نے اون کا آپس کا جھگڑا ختم کر دیا، اب یہ غرناطہ کی طرف بڑھے، یہ موقع بڑا نازک تھا، مسلمانوں کو مل کر مقابلہ کرنا چاہئے تھا، لیکن افسوس ایسے وقت میں بھی اون کے جھگڑے ختم نہ ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ سترہ مین غرناطہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا، اور مسلمانوں کے لئے کہیں سیر چھپانے کی جگہ باقی نہ رہی، ابو عبد اللہ (آخری مسلمان بادشاہ) اپنے خاندان کو کبھی

مراکش چلا گیا،

غنا طہ لینے وقت عیسائیوں نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا، اور ایک عہد نامہ لکھ دیا کہ اون کی جان، ان کا مال، اون کی جائیداد اون کے مدرسے اون کی مسجد اون کی عمارتیں غرض کہ اون کی ہر چیز محفوظ رہے گی، اون کے دینی اور مذہبی کام ہمیشہ کی طرح ہوتے رہیں گے، ان کے مقدمات کا فیصلہ خود اون کے قاضی اور مفتی کریں گے۔
ابھین پوری پوری آزادی ہوگی، اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے گی،

لیکن افسوس کہ عیسائیوں نے ان وعدوں کا ذرا بھی خیال نہ کیا، اور جہان تک ہو سکا مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا، اون کی جائیدادیں چھین لیں، عمارتیں گرا دیں، مدرسے بند کر دیئے، مسجدیں شہید کر دیں، کتب خانے بھونک دیئے، قرآن کھو ڈالیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زندہ آدمیوں کو آگ میں ڈال دیا، مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا گیا، جنھوں نے انکار کیا اوھین آگ میں جلا دیا گیا، یا بھانسی دیدی گئی، غرض کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سارا اندلس مسلمانوں سے صاف ہو گیا، اور ایک آدمی بھی امت کا نام اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلمہ پڑھنے والا باقی نہ رہا، اور یہ سب آپس کی نا اتفاقی کی بدولت ہوا،

ساتوان باب

ترک،

(۱)

ارطغرل،

پچھلے باب میں پڑھ چکے ہو کہ جس وقت یورپ کے ایک گوشہ میں عرب مسلمان انڈس
میں اپنی سلطنت کھڑے تھے، تو دوسری طرف ترک مسلمان یورپ کے دوسرے
گوشہ میں اپنی سلطنت کو بڑھا رہے تھے، ان ترکوں کو عثمانی ترک کہتے ہیں، کیونکہ اس
سلطنت کے بانی اول کا نام عثمان تھا،

عثمانی ترک اصل میں ترکستان کے رہنے والے تھے، چنگیز خان کے حملوں کی وجہ سے
انھیں وطن چھوڑنا پڑا، جب محلے ختم ہوئے تو یہ لوگ اپنے وطن واپس ہوئے، دریائے فرات
سے اترتے ہوئے اون کا سردار سلیمان ڈوب گیا، اس کے چار بیٹے تھے، دو باپ کی وصیت
کے مطابق وطن واپس گئے، اور دوار طغرل اور دوندار دو ہزار آدمیوں کے ساتھ
ایشیائے کوچک کی طرف روانہ ہوئے کہ وہاں بلوچیوں کی پناہ میں رہیں، قریب
پہونچکر زمین ہنسی کیلئے میٹھوں کو آگے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا، اور خود ساتھیوں کی

آہستہ آہستہ چلتے رہے، ایک دن راستہ میں دیکھتے کیا ہیں کہ دو فوجیں لڑ رہی ہیں، ایک
 کمزور ہے، اور دوسری طاقت ور، ارطغرل کے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی، وہ جوش
 میں اپنے ساتھیوں کو لیکر بڑھا، اور کمزور جماعت کے ساتھ ہو کر طاقتور سے لڑنے لگا،
 اوس نے اس بہادری سے جنگ کی کہ دشمن کو شکست ہوئی، بعد کو معلوم ہوا کہ جن کی
 مدد کی ہے، وہ ملک شاہ سلجوقی کا بیٹا علاء الدین کی قیادہ ہے، اور ہارنے والے تاتاری ہیں،
 سلطان علاء الدین ارطغرل سے بہت خوش ہوا، اور رومی سرحد کے قریب بہت کافی زمین
 جاگیر میں دی، اوس زمانہ میں سلجوقی بہت کمزور ہو گئے تھے، علاء الدین ارطغرل کو بہت
 غنیمت سمجھا، اور اسے ہر قسم کی مدد دینے لگا، رومی قریب تھے، اس لئے پہلے اونہی سے
 معرکہ رہے، چند ہی دنوں میں ارطغرل نے اون کے بہت سے قلعے فتح کر لئے، اب
 رومیوں نے تاتاریوں کو ساتھ لیکر حملہ کیا، ارطغرل سلطان کے ساتھ لڑائی میں شریک
 ہوا، اور اس بہادری سے لڑا کہ رومیوں اور تاتاریوں دونوں کو شکست ہوئی، علاء الدین
 نے یہ علاقہ بھی اس کی جاگیر میں شامل کر دیا، اور اس کو اگلی فوج (مہمۃ الجیش) کا سردار
 مقرر کیا، اب ارطغرل کے پاس کافی علاقہ ہو گیا، سلطان کے حکم سے قریب کے باغی امیروں
 کے علاقوں پر بھی حملہ کیا، اور اُسے اپنی جاگیر میں شامل کر لیا، اس طرح اوس کا علاقہ
 بڑھ گیا، اور وہ بہت بڑا امیر ہو گیا،
 شہیدین دفات پائی،

(۳)

غازی عثمان خان

باپ کے مرنے پر سید سلطان غیاث الدین سلجوقی کے حکم سے اوسے ریاست ملی یہی وہ سلطان عثمان بن جن کے نام سے ترک عثمانی کہلاتے ہیں، غازی عثمان کی شادی ایک بہت بڑے بزرگ ادب عالی کی بیٹی مال خاتون کے ساتھ ہوئی، ادب عالی کا اثر بہت زیادہ تھا، اس لئے اس شادی کی وجہ سے غازی عثمان کا اثر اور بڑھ گیا،

ریاست ملنے ہی قراچہ حصار کے امیر نکوس نے اوس پر چڑھائی کی لیکن شکست کھائی، اس پر سلطان کی طرف سے اسے بک کا خطاب ملا، اس کا نام خطبون بن داخل کیا گیا، اور اوسے اجازت دی گئی کہ اپنے نام کا سکہ ڈھال سکتا ہے، نکوس کے علاوہ اور دوسرے سرداروں سے بھی لڑائیاں ہوئیں، لیکن سب میں عثمان کو فتح ہوئی، سنہ ۶۰۰ میں تاتاریوں کے ہاتھوں سلجوقیوں کا خاتمہ ہو گیا، اور اون کی سلطنت کا ہر رئیس اپنی اپنی جگہ با اختیار بن بیٹھا، تو اوس وقت عثمان نے بھی اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا، اور شہر کی گواہنا پایہ تخت بنایا، اس کے پاس بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تعین عین عثمان نے چند ہی دنوں میں فتح کر لیا، رومی سلطنت نے جو یہ رنگ دیکھا تو مقابلہ کے لئے قسطنطنیہ سے ایک بہت بڑی فوج روانہ کی، مگر لڑائی میں رومی بری طرح ہارے، اب رومیوں نے تاتاریوں کو ساتھ لے کر بھر حملہ کیا، لیکن اس مرتبہ بھی شکست

کھائی، اور بہت دور تک ترکون کا قبضہ ہو گیا، اب غازی عثمان نے ایساے کو چپ کے تمام رومی سرداروں سے لڑائی کا اعلان کر دیا، بعضوں نے توجرنہ (خراج) دیکر صلح کر لی، لیکن اکثر تار یون کو ساتھ لے کر لڑے، غازی عثمان خان نے اپنے بیٹے اور خان کو ارون کے مقابلہ میں روانہ کیا، دشمنوں کو جگہ جگہ شکست ہوئی، آخر شاہ میں بروصہ پر حملہ کیا، دس برس کے محاصرہ (گھیرنے) کے بعد شاہ میں یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا، فتح کی خبر پہنچی تو غازی عثمان کا آخری وقت تھا، اور خان دیکھنے آیا تو اسے وصیت کی کہ اللہ کا ڈر رکھنا، رعایا کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنا، انصاف کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا، شریعت پر عمل کرنا، اور اسے ملک میں اچھی طرح پھیلانا، یہ بھی تاکید کی کہ بروصہ کو پایہ تخت (صدر مقام) بنانا، اور وہیں مجھے دفن کرنا،

(۳)

اورخان،

عثمان نے دو بیٹے چھوڑے، علاء الدین اور اورخان، اگرچہ علاء الدین پاشا بڑا تھا، لیکن اس کی طبیعت عبادت کرنے اور سب سے الگ تھلگ (خلوت گزین) رہنے کی طرف مائل تھی، اس لئے عثمان خان نے اپنی حیات ہی میں اورخان کو باؤنڈا نامہ دے کر دیا تھا، اور خان نے علاء الدین کو صدر اعظم (وزیر) بنایا، علاء الدین بڑا عقلمند اور سمجھدار تھا، اس نے ملک میں سکس سال بنائی، فوج کا انتظام بہت کیا، اندر کا سارا انتظام اسی کے سپرد تھا، اور باہر دشمنوں سے لڑائیاں اور خان کے ذمہ تھیں، اس انتظام

کی وجہ سے تھوڑے ہی دنوں میں سارا ایشیائے کوچک ترکوں کے قبضہ میں آگیا۔
اب ان کی طاقت اتنی بڑھی کہ مجبوراً قیصرِ روم نے بھی دوستی کی، عدویہ کہ قیصر کا ستا
کوزینی نے اپنی بیٹی سلطان کے نکاح میں دیدی، (۱۳۴۵ء)

۱۳۵۶ء میں شاہِ سرودیہ نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی، قیصر (بادشاہِ قسطنطنیہ) نے
سلطان سے مدد مانگی، چنانچہ یہاں سے ایک بڑا لشکر بھیجا گیا، لیکن اسی عرصہ میں
شاہِ سرودیہ مر گیا، اس لئے کوئی لڑائی نہیں ہوئی، مگر اس طرح ترکوں کو اندازہ
ہو گیا کہ رومی کس قدر کمزور ہیں، چنانچہ چند ہی دن بعد سلطان کے برٹے (طے سلیمان
نے درہ دانیال سے اتر کر یورپ کے کئی شہر فتح کر لئے، اور آگے کے لئے یورپ پر قبضہ
کا راستہ کھول دیا،

۱۳۵۷ء میں شکار کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر سلیمان مر گیا، اور خان کو اس
بڑا رنج پہونچا، اور دو مہینے بعد انتقال کر گیا، اور خان اپنے باپ غازی عثمان خان
کی طرح بڑا بہادر، عقلمند اور سمجھدار تھا، شریعت کا پورا پابند اور رعایا کا بہت زیادہ
ہمدرد تھا، اس نے اپنے زمانہ میں ہزاروں مسجدیں، مدرسے، خانقاہیں، پل، سرزمین
لنگر خانے اور حمام داخل خانے بنوائے،

(۴)

سلطان مراد اول

سلیمان باپ کی زندگی ہی میں مر چکا تھا، اس لئے اور خان کے بعد اس کا چھوٹا
بیٹا مراد تخت پر بیٹھا، انگورہ کے امیر علاء الدین نے بغاوت کی، لیکن شکست کھائی،

اور انگورہ پر سلطان کا قبضہ ہو گیا،

یورپ میں ترکی سپہ سالار لالہ شاہین نے ادرنہ (اڈریانوپل) فتح کر لیا، سلطان نے بروصہ کو چھوڑ کر اسے اپنا صدر مقام بنایا، جو قسطنطنیہ کی فتح تک برابر صدر مقام رہا۔ ایک اور سپہ سالار نے دردار اور چمن پر قبضہ کر لیا، ترکوں کی ان فتوحات کو دیکھ کر یورپ کے بادشاہ گھبرائے اور اونھون نے اپنے مذہبی سردار پوپ سے فریاد کی۔ پوپ نے تمام بادشاہوں کو خط لکھے، سلطان مراد ان دنوں ایشیائے کوچک میں لڑ رہا تھا، شاہ سرویہ نے اس موقع کو بہتر سمجھ کر مسیحیوں میں ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ ادرنہ پر حملہ کر دیا، ترک بڑی بہادری سے لڑے، رومیوں کو شکست ہوئی اور بری طرح مارے گئے، مراد ایشیائے کوچک کے جھگڑے ختم کر کے ادرنہ واپس آیا، اور ملک کے انتظام میں لگ گیا، مسیحیوں میں پھر سرویہ اور بلغاریہ دونوں نے مل کر حملہ کیا لیکن ایک میس نہ گئی، اور ہار کر سالانہ خراج کے وعدہ پر صلح کی، شاہ بلغاریہ نے اپنی بہن بھی سلطان کو بیاہ دی،

مسیحیوں میں پھر ان لوگوں نے شرارت کی، اور خراج کی رقم بند کر دی تیہو طاقت کی ماتحتی میں مقابلہ کے لئے فوجیں بھیگی گئیں، جس نے کئی شہروں پر قبضہ کر لیا اور تین سال بعد صوفیاء میں داخل ہو گیا،

فیصلہ دوم بھی چپکے چپکے شرارت کرتا رہتا تھا، جب کچھ نہ ہو سکا تو سلطان کے بیٹے صاروجی سے بغاوت کرا دی، سلطان کو معلوم ہوا تو فوراً پلٹ، سلطان کو دیکھ کر فوجوں نے صاروجی کا ساتھ چھوڑ دیا،

مسیحیوں میں شاہ بلغاریہ نے پھر حملہ کیا، لیکن اب کی بھی شکست کھائی، اور

اس کے شہر وں پر سلطان فوجوں کا قبضہ ہو گیا، لیکن اس کی خوشامد پر قصور معاف کیا گیا، اور آدھی سلطنت بھی اس کے پاس رہنے دی گئی، ۷۹۰ھ میں شاہ سروید نے حملہ کیا، بڑی سخت لڑائی ہوئی، آخر شکست کھا کر گرفتار ہوا، اور مارا گیا، فتح تو ہو گئی، لیکن لڑائی کے میدان میں ایک سردی سپاہی نے سلطان کو ایسا خنجر مارا، کہ اس سے وفات ہو گئی، (۷۹۱ھ)

(۵)

سلطان بایزید اول

سلطان مراد کے انتقال کے بعد لڑائی کے میدان ہی میں بایزید کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا، اس کا چھوٹا بھائی یعقوب جلای اپنی ہمت و بہادری کی وجہ سے بادشاہ کا دعویدار تھا، اس لئے امرار کی رے سے قتل کر دیا گیا، تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو، شاہ سروید اگرچہ سلطان مراد اول کے زمانہ میں مارا جا چکا تھا، جس کے بعد سروچ ترکوں کے قبضہ میں آ گیا تھا، لیکن پھر بھی سلطان بایزید نے رحم کر کے اس کے بیٹے اسٹفن کو سلطنت دیدی، صرف یہ وعدہ کیا کہ سالانہ خراج دیتا رہے گا، اور جب ترکوں کو ضرورت ہوگی تو فوج لیکر مدد کے لئے حاضر ہوگا، اسٹفن نے اسے قبول کیا، اور اپنی بہن سلطان کے نکاح میں دیدی، چونکہ سروید کی لڑائی میں قیصر روم بھی (دور درہ) شریک تھا، اس لئے سلطان بایزید نے ایشیائے کوچک کے رومی علاقہ پر قبضہ کر لیا، اور قسطنطنیہ پر چڑھائی کر دی، ابھی لڑائی ہو ہی رہی تھی، کہ خبر آئی کہ رومانیہ کا صوبہ واکووک مانیس ایک بڑے لشکر کے ساتھ سلطانی پایتخت ادرنہ کی طرف بڑھ رہا ہے،

بایزید قدارا لوٹا، دیوک کو شکست ہوئی لیکن سلطان نے صرف سالانہ خراج کے وعدہ پر ملک اسی کے پاس رہنے دیا،

انگورہ میں علارالدین اور دوسرے امیرون نے بغاوت کی، لیکن سب کو شکست ہوئی، اور یہ سارا علاقہ عثمانی (ترکی) سلطنت میں شامل کر لیا گیا،

۹۳۷ء میں بلغاریہ فتح ہو کر سلطنت میں شامل ہوا، چونکہ بادشاہ کا بیٹا مسلمان ہو گیا تھا، اسلئے وہی صوبہ دار مقرر ہوا، اس فتح سے ہنگری کے بادشاہ کو کھٹکا پیدا ہوا اس نے پوپ سے مدد مانگی، پوپ کے حکم سے بہت سے بادشاہوں نے لڑائی کی تیاری کی، برگنڈی، بویریا، آسٹریا، جرمنی، ہینگری اور فلاح لڑائی میں شریک ہوئے، معرکہ بڑا سخت تھا لیکن اللہ نے سلطان کو فتح دی، اس فتح پر تمام اسلامی ملکوں میں خوشی منائی گئی، اور مصر کے عباسی خلیفہ متوکل علی اللہ نے سارے علاقہ کی حکومت کا فرمان بھیجا، (۹۳۷ء)

اس لڑائی کے بعد سلطان نے آسٹریا اور ہنگری پر فوجیں بھیجیں، جھون نے خاصہ حصہ فتح کر لیا، خود یونان پر حملہ کیا، اور فتح کرتا ہوا، پایہ تخت ایتھنز تک پہنچ گیا یہاں سے واپس ہوا، تو قسطنطنیہ کے مسلمانوں کی طرف سے فیر کے خلاف شکایاتیں پہنچیں، اس لئے اس طرف توجہ کی، قریب تھا کہ قسطنطنیہ فتح ہو جائے کہ اتنے میں ایسکا کوچک سے تیمور کے حملہ کی خبر آئی، مجبوراً دس ہزار اشرافی سالانہ پر صلح کرنی، یہ بھی طے پایا کہ جو مسلمان یہاں رہتے ہیں، ان کے لئے ایک الگ شرعی حکمہ قائم ہوگا، جو ان کے مقدمات کا فیصلہ کریگا، اور انہیں ایک جامع مسجد بنانے کا حق ہوگا،

اس کے بعد بایزید ایشیائے کوچک آیا، انگورہ میں تیمور سے مقابلہ ہوا،

بایزید بڑی بہادری سے لڑا، لیکن فوج کے کچھ حصے تھوڑے ہی گئے، اس نے شکست کھائی، اور اپنے بیٹے موسیٰ کے ساتھ گرفتار ہو گیا، اور گرفتاری کے دو مہرے سال ۸۳۵ء میں انتقال کر گیا،

(۶)

سلطان محمد اول (طلپی)

بایزید کے بعد اوسکے بیٹوں میں لڑائی ہوئی، آخر محمد نے سب کو شکست دی، اور بادشاہ بن گیا، تیمور کے حملہ اور پھر آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے ملک میں ابتری پھیل گئی، حتیٰ جس کی وجہ سے جگہ جگہ نئی ریاستیں قائم ہو گئی تھیں، سلطان محمد کی ساری زندگی انھیں سے لڑتے گزری، آخر بڑی مشکلوں سے یہ لوگ قابو میں آئے،

اسی زمانہ میں ایک شخص بدرالدین نے ایک نیا مذہب نکالا، اور اپنے مرید پیر قلیچ کے ساتھ مل کر بڑی بڑ بونگ بچائی، ان کی سزائوں سے عاجز آکر سلطان نے اس طرف توجہ کی، بڑی مشکلوں سے یہ لوگ گرفتار ہوئے، اور قتل کئے گئے، ان قصوں کے بعد ذرا اطمینان ہوا، تو سلطان نے ملک کا انتظام درست کرنا شروع کیا، لیکن ابھی اسی میں لگا ہوا تھا کہ ۸۴۴ء میں اورنگزیں وفات پائی، سلطان محمد بڑا علم دوست اور شریعت کا پابند تھا، اس نے حرمین شریفین (مکہ مدینہ) کے لئے ایک سالانہ رقم مقرر کی جو بعد میں بھی جاری رہی،

(۷)

سلطان مراد دوم،

باپ کی وصیت کے مطابق سلطان مراد تخت پر بیٹھا، یہ شروع میں لڑائی جھگڑے سے بچتا چاہتا تھا، لہذا اس کا انتظام درست ہو جائے، لیکن قیصر نے کمزور سمجھ کر دھمکیاں دینی شروع کیں، اور جب اس کا اثر نہ ہوا تو کھلم کھلا لڑائی شروع کر دی، سلطان نے اس حرکت پر سخت غصہ آیا، اور قیصر پر چڑھائی کر دی، لیکن اتنے میں خبر ملی کہ ایشیائے کوچک میں اس کے بھائی مصطفیٰ آصفی نے بغاوت کر دی ہے اسلئے فوراً اس طرف روانہ ہوا، مصطفیٰ اگر فائر ہو کر قتل ہوا، اور اس کے مددگاروں کو سخت سزائیں ملیں، اس کے بعد قریب کی دوسری ریاستوں پر قبضہ کیا، پھر یورپ کی طرف بڑھا، ہنگری نے آدھے ملک اور سرویہ نے پچاس ہزار سالانہ خراج کے وعدہ پر صلح کی، اس کے بعد سلاویک اور البانیہ پر قبضہ کیا، فلاخ کے امیر ڈراگون نے شاہ ہنگری کے اشارہ سے امیر البانیہ کو ساتھ لیکر بغاوت کر دی، مراد نے فوراً شکست دی اور اس کے ساتھ ہنگری کے بھی مزاج درست کر دیئے، شاہ سرویہ نے پھر بغاوت کر دی، سلطان نے اب کی بھی شکست دی اور سمندر پر فوج کر پائے تخت بلغراد کے قریب تک پہنچ گیا، شاہ سرویہ نے بھاگ کر ہنگری میں پناہ لی مراد نے ٹرانسلوانیا کی طرف فوج بھیجی، امیر ہونیاد ہنگر دی فوجوں کا سردار تھا، لڑائی بہت سخت ہوئی بیس ہزار ترک مارے گئے، باقی بھاگ گئے، مراد نے پھر اسی ہزار

فوج بھی، لیکن اسے بھی شکست ہوئی، اب ہونیاد کا نام سارے یورپ میں مشہور ہو گیا۔
 پوپ نے صلیبی جنگ (عیسائیوں کا جہاد) کا اعلان کر دیا، اور ہنگری کے علاوہ، پرشیا،
 پولینڈ اور سر دیہ کی فوجوں نے مل کر مسلمانوں سے مقابلہ کیا، سلطان کو شکست ہوئی،
 ادھر ایشیہ کو چک میں بھی بغاوت ہو گئی، مجبوراً سلطان نے فلاح کو چھوڑ دیا، سر دیہ کے
 علاقے واپس کر دیئے، اور ہنگری سے دس سال تک نہ لڑنے کا وعدہ کیا، اسی زمانہ میں سلطان
 کے بڑے بیٹے علاء الدین کا انتقال ہوا، ان سب باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ سلطان مراد نے
 سلطنت چھوڑ کر اپنے بیٹے محمد کو تخت پر بٹھا دیا،

اب عیسائی اور بھی شیر ہو گئے، ۱۴۴۶ء میں صلیبیوں کے خلاف شاہ ہنگری نے
 ترکی ریاست بلغاریہ پر حملہ کر دیا، مجبوراً پھر سلطان مراد کو میدان میں آنا پڑا اور نہ کے
 مقام پر مقابلہ ہوا، عیسائیوں کو بری طرح شکست ہوئی، خود ہونیاد سے بھی کچھ نہ بچ سکا
 اور بھاگتے ہی بنی اس کے بعد محمد کو پھر تخت پر بٹھایا، لیکن انکساری فوج کی بغاوت
 کی وجہ سے پھر انتظام ہاتھ میں لینا پڑا، جب یہ قابو میں آگئی، تو یونان پر چڑھائی کی،
 اتنے عرصہ میں ہونیاد بہت بڑا لشکر جمع کر کے پھر آگیا، سلطان بھی مقابلہ پر آیا، بڑی
 سخت لڑائی ہوئی، جہاں سلطان کو فتح ہوئی، اسکے بعد البانیہ پر اسکی شرارت کا فرہ چکھائے
 کیلئے حملہ کیا، اور سالانہ خراج کے وعدہ پر صلح کی اسکے بعد مراد اور نہ واپس آیا جہاں ۱۴۵۲ء میں
 وفات پائی،

لہٰذا جس طرح جمیسون نے ایرانی اور ترکی فوج بنائی تھی اسی طرح ترکوں نے نو مسلم عیسائیوں کی ایک بردست
 فوج تیار کی تھی جس سے انھیں بڑی امیدیں تھیں، لیکن جس طرح جمیاس فوج کے ہاتھوں پریشان ہوئے
 تھے، اسی طرح اس نو مسلم فوج نے ترکوں کا ناظمہ بند کر دیا، آگے چل کر ان کی شرارتوں کے بہت سے حادثے
 پڑے، تو یقین معلوم ہو گا کہ اس فوج نے ترکوں کو کیسا سخت نقصان پہنچایا،

(۸)

سلطان محمد فاتح

محمد فاتح کے زمانہ میں بہت سی عیسائی حکومتوں سے لڑائی رہی حسین سلطان کو کامیابی ہوئی، لیکن اس کا سب سے بڑا کام قسطنطنیہ کی فتح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی وجہ سے مسلمانوں کو اس کی فتح کا بڑا شوق تھا، چنانچہ شروع ہی سے لوگ کوشش کرتے رہے، اور حضرت معاویہؓ کے وقت سے سلطان مراد دوم کے وقت تک آٹھ حملے کئے گئے، لیکن یہ فتح تو سلطان محمد فاتح کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی ۱۵۱۹ء میں بادشاہ ہوتے ہی تیاری شروع کر دی، اور ۱۵۲۰ء میں شہر پر قبضہ کر لیا اور ادرنہ کے بجائے اسے پایہ تخت قرار دیا، اس وقت سلطان کی عمر صرف پچیس سال کی تھی،

قسطنطنیہ کے علاوہ سلطان محمد فاتح نے اور بھی بہت سے ملک فتح کئے، اسے سر دیا اور یونین کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، اس نے البانیہ کے باغیوں کو شکست دیکر وہاں اپنی حکومت پھر قائم کر دی، اس نے جمہوریہ وینس پر حملہ کر کے اسے جزیرہ نگروپونٹ پر قبضہ کر لیا، اس نے یونان اور بحر ایجین کے جزایروں میں اپنی حکومت قائم کی، اور بحر اسود کے ساحل پر سینوپ اور طربزان کے شہروں کو فتح کیا، اس کے بعد کریمیا پر جو چنگیز خان کی اولاد کی حکومت میں تھا قبضہ کر لیا، سب سے آخر ایک ترکی جزیرے اٹلی کے جنوبی ساحل پر انزکراوٹرانٹو کا قلعہ فتح کر لیا، اس کے بعد وہ یہی

کی فتح کا قصد تھا، اور سلطان اس کے لئے تیار رہا تھا، مگر شہ میں اس کا انتقال ہو گیا
 سلطان محمد قانع بڑا بہادر سلطان تھا، جنگ کا اسے خاص ملکہ تھا، اسی وجہ سے
 اکثر لڑائیوں میں فتح اسی کی ہوتی تھی، لیکن وہ صرف ملک فتح کرنے پر بس نہیں کرتا تھا،
 جو ملک فتح کرتا، اس کی حکومت کا انتظام بھی بہت اچھے طریقہ پر کر دیتا تھا، اس کو عایا
 کی بھلائی کا بہت خیال تھا، اور عیسائیوں کے ساتھ خاص طور پر نرمی کرتا تھا، علم کا بھی
 اسے نہایت شوق تھا، بڑے بڑے عالموں کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا، اور ان سے
 بحث و مباحثہ کرنے میں دلچسپی لیتا تھا، نہایت ذہین اور قابل تھا، شاعر بھی بڑے درجہ
 کا تھا، اس کے اشعار ترکی زبان میں بہت شہرت رکھتے ہیں،

(۹)

سلطان بایزید دوم

سلطان محمد کے بعد بایزید بادشاہ ہوا، یہ مزاج کا نرم تھا، اس لئے کچھ زیادہ لڑائی
 نہیں ہوئیں، اس زمانہ میں ایران میں شاہ اسماعیل صفوی کی حکومت تھی، یہ شیعہ مذہب تھا،
 اس کی کوشش تھی کہ سارا ایران بھی مذہب اختیار کر لے، ترک چونکہ سنی تھے، اس لئے
 اسے ان سے عداوت تھی، اور کبھی کبھی آپس میں جھڑپ ہوتی رہتی تھی،
 اس زمانہ میں ایک بہت ہی خاص واقعہ پیش آیا، اندلس کے حالات تو پیچھے پڑے
 چلے ہو تھیں یاد ہو گا کہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں طارق نے صرف بارہ ہزار
 سواروں سے یہ ملک فتح کیا تھا، اس کے بعد وہاں سینکڑوں برس تک بڑی شان

شوکت سے اسلامی حکومت قائم رہی آخر میں آپس ہی میں جھگڑے شروع ہوئے جھوٹے
 مسلمانوں کو چور چور کر دیا، اور بایزید کے زمانہ میں ان کی حکومت بالکل ختم کر دی، حالات تو
 تحقیق معلوم ہیں، یہاں صرف یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اندلس کے آخری بادشاہ
 ابو عبد اللہ نے اس مصیبت میں تمام مسلمان بادشاہوں سے مدد مانگی تھی لیکن افسوس کہ
 کسی نے بھی توجہ نہ کی، بایزید قریب تھا لیکن اس نے بھی زیادہ خیال نہیں کیا، اور صرف
 ایک معمولی سا بیڑا بھیج دیا، نتیجہ ظاہر ہے مسلمان چین چین کر مارے گئے، اور چند ہی دن میں
 سارا ملک انھیں سے نہیں بلکہ ان کی ایک ایک چیز سے خالی ہو گیا، مسجدیں گرائی
 گئیں، محل کھودے گئے، مکان برباد کئے گئے، کتب خانے جلائے گئے، غرض کہ ان کی
 آن میں صدیوں کی محنت پر پانی پھر گیا،

۹۱۸ء میں بایزید نے وفات پائی،

(۱۰)

سلطان سلیم اول

بایزید اپنے بعد شہزادہ احمد کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا، لیکن انکساری فوج اس سے
 خوش نہ تھی، اس لئے انھوں نے شہزادہ سلیم کو بادشاہ بنایا، احمد اور کرکود دونوں بھائیوں
 نے مقابلہ کیا، لیکن شکست کھا کر قتل ہوئے، شاہ اسماعیل صفوی کا ذکر آچکا ہے، مذہبی
 اختلاف کی وجہ سے سلطان سلیم سے بھی مقابلہ ہوا، سلیم نے ایران پر چڑھائی کی شاہ ایران
 کو شکست ہوئی، اور ترک تہریز میں داخل ہو گئے، اس لڑائی میں مصر کی ماتحت ریاست

ذوالقدر یہ نے ترکون کی راہ میں رکاوٹ ڈالی تھی، اسلئے فتح کے بعد اوس کا امیر گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا، معاملہ یہیں پر ختم ہو گیا تھا، لیکن شامت کے مارے بادشاہ مصر قانصوہ غوری نے سلطان سلیم کو لکھا کہ ذوالقدر یہ میں میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے، اس پر سلیم کو بید غصہ آیا، اور فوراً مصر کی طرف فوج لیکر چل کھڑا ہوا، غوری لڑائی میں مارا گیا، اور شام و فلسطین پر ترکون کا قبضہ ہو گیا، مصر میں غوری کی جگہ طومان بائے بادشاہ تھا، اس نے مقابلہ کیا، لیکن یہاں بھی ترکون کو فتح ہوئی، طومان بائے مارا گیا، اور سارا مصر ترکی حکومت میں شامل ہو گیا، اوس وقت یہاں متوکل علی سوم عباسی خلیفہ تھا، سلیم اسے اپنے ساتھ قسطنطنیہ لیتا گیا، جہاں جامع المصطفیٰ میں اوس نے تبرکات خلافت یعنی تلوارِ علم اور چادر نبوی سلطان سلیم کے حوالہ کی اور اس دن سے سلطان ترکی مسلمانوں کا خلیفہ ہو گیا، اس کے بعد سلطان نے سمند کی راہ سے جزیرہ رودس اور خشکی کے راستہ سے ایران پر حملہ کی تیاری شروع کی تاہم اس طرف سے ہمیشہ کے لئے اطمینان ہو جائے، لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا، اور ۹۲۶ھ شوال (عید) ۱۴۲۶ء کو انتقال ہو گیا،

(۱۱)

سلطان سلیمان اعظم

سلطان سلیم کے بعد سلیمان تخت پر بیٹھا، یہ بڑا زبردست بادشاہ تھا، اس نے شام کی بغاوت ختم کی، رودس، ہنگری اور بلغراد کو فتح کر لیا، اور آسٹریا کے دارالسلطنت

(صدر مقام) ویانا تک اسلامی فوجیں پہنچا دیں، البحر اور خود وہاں کے حاکم خیر الدین پاشا نے حوالہ کر دیا،

اس زمانہ میں ساری دنیا پر ترکوں کی دھاک میٹھی ہوئی تھی، اور تمام سلطنتیں ان کے نام سے لرزتی رہتی تھیں، اس وقت موقع تھا کہ ساری دنیا پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے لیکن افسوس کہ ایران سے میل نہ ہو سکا، اسماعیل صفوی تو مرچکا تھا، لیکن اس کا بیٹا طہماسپ اس سے بھی زیادہ سخت تھا، اس نے جو دیکھا کہ سلیمان یورپ کی لڑائیوں میں لگا ہوا ہے، تو فوراً اگے بڑھ کر تبریز پر قبضہ کر لیا، سلیمان سننے ہی آگ ہو گیا، فوراً ایران پر حملہ کر دیا، اور تبریز فتح کر لیا، ان کے بعد بغداد پر بھی قبضہ کر لیا، ۱۵۳۵ء میں سلطان سلیمان نے فرس کے عارضہ میں وفات پائی،

(۱۲)

سلطان سلیم دوم

سلیمان عظیم کے بعد شاہزادہ مصطفیٰ بادشاہ ہونے والا تھا، لیکن سلطان کی روسی یوی اپنے بیٹے سلیم کی بادشاہت چاہتی تھی، اس نے کچھ ایسی ترکیبیں لڑائیں کہ مصطفیٰ اور اس کے دوسرے بھائی خود سلطان کے حکم سے قتل کئے گئے، اور صرف سلیم باقی رہ گیا، جو سلطان کے بعد تخت پر بیٹھا،

سلیم دوسرے ملک کیا فتح کرتا، اس میں تو اپنا ملک بچانے کی بھی یاقوت نہ تھی، وہ تو کوہ صدر عظیم (وزیر) محمد پاشا کچھ ایسا عقلمند اور تجربہ کار وزیر تھا کہ سلطنت

کی ساکھ باقی رہی، ورنہ ملک کے جانے میں کیا کسر رہی تھی، اسی کا دم تھا جس نے قبر
فتح کیا، مین کی بغاوت ختم کی، آسٹریا اور فرانس کو دبائے رکھا، اور یونیس کو اسپین کے ہاتھ
سے چھین لیا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ پوپ، وینس اور اسپین کے زور کو توڑا جنھوں نے
مل کر ترکوں کو ختم ہی کر ڈالنے کی ٹھان لی تھی،
۹۸۲ء میں سلیم کا انتقال ہوا،

(۱۳)

سلطان مراد سوم

مراد باب کی جگہ بادشاہ ہوا، یہ بڑا عیاش مزاج تھا، تخت پر بیٹھے ہی بھائیوں
کو قتل کرایا، محمد پاشا اب صدر اعظم (وزیر) تھا جس کی وجہ سے سلطنت کو زیادہ نقصان
نہیں پہونچنے پایا، ورنہ یہاں تو حالت یہ ہو گئی تھی کہ محل کی بیگم تک سلطنت کے
کاموں میں دخل دینے لگی تھیں، فوج جس پر سب کچھ بھروسہ تھا، شرارت اور سرکشی
پر تلی ہوئی تھی، لیکن صدر اعظم (وزیر) نے اپنی حکمت عملی سے سب کو دبائے رکھا، اس
ساتھ مراکش کو پرہنگال سے بجا کر ترکی حکومت میں شامل کیا، ایران کا زور کم کیا،
اور یورپ کی حکومتوں کو کسی نہ کسی طرح روکے رکھا،
۱۰۳۳ء میں مراد کا انتقال ہوا،

(۱۴)

سلطان محمد سوم

مراتھے بعد اس کا بڑا بیٹا محمد تخت پر بیٹھا، اس نے بھی پہلے ہی بھائیوں پر ہاتھ صاف کیا، لیکن خیر بعد میں کسی قدر سنبھل گیا، اور سلطنت کی دیکھ بھال شروع کی، مراد کی فضول خرچی کا یہ حال تھا کہ صرف ترکاری کی قیمت اسی ہزار اشرفیان باقی تھیں، محمد یہ سب قرض ادا کیا، فوج کی حالت خراب تھی، اس کی طرف توجہ کی، خود اون کے ساتھ لڑائی کے میدان میں گیا، اور دشمنوں کو شکست دی، ایساے کو جاک کی بغاوت ختم کی، شاہ ایران عباس صفوی کے مقابلہ میں فوجیں بھیجیں، لیکن یہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ۱۲۰۱ھ میں خود سلطان کا انتقال ہو گیا،

(۱۵)

سلطان احمد اول،

سلطان محمد کے بعد اس کا بڑا بیٹا احمد چودہ سال کی عمر میں بادشاہ ہوا، سلطنت کی حالت پہلے ہی سے خراب تھی، شاہ عباس فوجیں لے بڑھتا چلا آ رہا تھا، ملک کے اندر جھگڑے فساد ہو رہے تھے، لیکن خدا کے فضل سے وزارت مراد پاشا کے ہاتھ میں آگئی، جو بہت ہی لائق اور سمجدار تھا، اس کی توجہ سے اندر کے جھگڑے مٹے، ملک میں امن قائم ہوا، آسٹریا سے ہنگری کی حکومت ملی، عباس کو بھی شکست ہوئی، لیکن صلیبی

نہ ہونے پایا تھا کہ مراد پاشا کا انتقال ہو گیا، اور نصوح پاشا اس کی جگہ وزیر مقرر ہوا اس بہت ہی نرم شرطوں پر معاملہ طے کر لیا، جس سے ترکی کو نقصان پہنچا۔ ۲۶ برس کو سلطان محمد کی وفات ہوئی، چونکہ شاہزادہ عثمان کی عمر بہت کم تھی، اس لئے اپنے بھائی مصطفیٰ کیلئے بادشاہت کی وصیت کر گیا،

(۱۶)

سلطان مصطفیٰ اول

بھائی کی وصیت کے مطابق مصطفیٰ بادشاہ بنایا گیا، لیکن اس کی ساری عمر محل میں عورتوں کے پاس گدزی تھی، اس لئے نہایت بے عقل اور سلطنت کے کاموں سے بالکل ناواقف تھا، یہ حال دیکھ کر تین ہی مہینے بعد امیرون نے اسے تخت سے اتار کر شاہزادہ عثمان کو بادشاہ بنایا،

(۱۷)

سلطان عثمان دوم

عثمان کے تخت پر بیٹھے ہی بولونیا کے امیر نے شرارت شروع کی، عثمان خود فوج لے کر گیا، لیکن انگلشیہ (نوسلم عیسائی فوج) نے رٹنے سے انکار کر دیا، اور ترکوں کو شکست ہوئی، مجبوراً عثمان صلح کر کے واپس آگیا، لیکن انگلشیہ کی اس شرارت سے سخت ناراض تھا، چنانچہ اس نے نئی فوجیں بھرتی کیں، اور جب وہ ٹھیک ہو گئیں تو انگلشیہ کو بمحاکان شروع کیا، اس پر اونھوں نے بغاوت کر دی، اور ۹ رجب ۱۰۳۱ھ

کو سلطان مصطفیٰ کو دوبارہ تخت پر بٹھایا، عثمان کو گھسیٹے اور گالی بان دیتے ہوئے لائے، اور قلعہ کے سامنے قتل کر ڈالا، اس گڑ بڑ میں ملک کا انتظام اور خراب ہو گیا، جگہ جگہ امیروں اور سرداروں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا، خود خاص قسطنطنیہ میں ڈیڑھ برس تک لوٹ مار ہوتی رہی، آخر میں علی یاشاکمان کش صدر اعظم ہوا، تو اوس کی کوشش سے پھر امن قائم ہوا، مصطفیٰ تخت سے اتارا گیا، اور ۳۲۰ھ میں سلطان احمد کا تیسرا بیٹا مراد بادشاہ بنایا گیا،

(۱۸)

سلطان مراد چہارم

تخت پر بیٹھے وقت مراد کی عمر چودہ سال کی تھی، اس لئے کچھ دن تک سارا انتظام وزیروں کے ہاتھ میں رہا، انکشاری فوج کی شرارت کا حال تو تم پر معلوم ہو گیا، لڑائی کے وقت انکار تو کیا ہی کرتے تھے، اب اون کی ہمت یہاں تک بڑھی کہ خود سلطان کے سامنے وزیر اعظم کو قتل کر دیا، مراد کو اس حرکت پر سخت غصہ آیا، اوس نے انتظام اپنے ہاتھ میں لیا، اور تھوڑے دنوں میں اون کی قوت ٹوڑ دی،

بعد ازاں یونین کے قبضہ میں چلا گیا تھا، سلطان مراد نے اوسے واپس لیا، بولونیا کی میناوت ختم کی اگر کچھ اور زندگی رہتی تو مراد ترکوں کو پھر انتہائی ترقی پر پہنچا دیتا، لیکن افسوس ۳۹۰ھ کو صرف تیس برس کے سن میں وفات پائی،

(۱۹)

سلطان ابراہیم

بھائی کے مرنے پر بادشاہ بنایا گیا، یہ پاگل سا آدمی تھا، دن رات کھیل کود اور یو تونی کی باتوں میں لگا رہتا، یہ دیکھ کر انگلشیہ نے پھر زور پکڑا، ابراہیم نے اون کے سرداروں کو قتل کرانا چاہا، لیکن اونھوں نے خود اوسے کو تخت سے اتار دیا، اور ۱۵۳۳ء میں اوس کے سات برس کے بچے محمد کو تخت پر بٹھادیا،

(۲۰)

سلطان محمد چہارم

سلطنت کا انتظام پہلے ہی سے خراب تھا، محمد کی کسی کنی کی وجہ سے اور بھی ابتری بھٹی، اور اندر و باہر ہر جگہ وہ ادم مچا کہ خدا کی پناہ وہ تو اللہ نے خبر کی کہ محمد پاشا کو پرہیز صدر اعظم ہو گیا، ورنہ سلطنت کے جانے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی، محمد پاشا نے انگلشیہ کو قابو میں کیا، رومی بطریق کو جس کی شرارت سے وینس نے حملہ کیا تھا، چھانسی دی پھر وینس کے جنگی جہازوں کو شکست دیکر بھگا دیا، اور سارے مقامات چھین لئے، ٹرانسلوینیا اور رومانیہ کو دبا یا،

۱۶۰۶ء میں یہ لایق وزیر انتقال کر گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا احمد پاشا کو پرہیز وزیر ہوا، اس نے بھی باپ کی طرح سارا انتظام درست رکھا، ۱۶۰۸ء میں یہ بھی وفات پا گیا، اور اس کا بہنوئی قرہ مصطفیٰ وزیر ہوا، اس کے زمانہ میں بھی حالت اچھی رہی،

لیکن اتفاق سے آسٹریا کے مقابلہ میں شکست کھا گیا، اس پر سلطان نے ناخوش ہو کر اسے ہٹا دیا، اور اس کی جگہ ابراہیم پاشا کو وزیر بنایا، لیکن اس میں وہ بات کہان تھی، نتیجہ یہ ہو کہ آسٹریا نے ہنگری واپس لے لی، وینس نے مورہ پر قبضہ کر لیا، یہ دیکھ کر سلطان نے سلیمان کو مقرر کیا، سلیمان نے بوداپسٹ پر چڑھائی کی، لیکن کامیابی نہ ہو سکی، اب سلطان نے سیاوش پاشا کو مقرر کیا لیکن فوج اس سے خوش نہ تھی، اس لئے بغاوت کر دی، سلطان محمد سیر و شکار میں لگا ہوا تھا، اور سلطنت سے بالکل غافل تھا، اس لئے مفتی کے فتویٰ پر ۹۹۹ھ کو وہ تخت سے اتار دیا گیا، اور اس کی جگہ اس کا بھائی سلیمان بادشاہ بنایا گیا،

(۲۱)

سلطان سلیمان دوم

فوج نے بڑا اوصم چایا تھا، ہر جگہ لوٹ مار ہو رہی تھی، سلیمان نے بڑی شکل سے کسی طرح اسے قابو میں کیا، اس کو بڑے میں آسٹریا نے بغاوت فرمائی، سلطان نے محمد پاشا کو پرلی کے پوتے مصطفیٰ پاشا کو وزیر بنایا، مصطفیٰ نے سب سے پہلے فوج کو قابو میں کیا پھر باہر مقابلہ کے لئے نکلا، اور دشمنوں کو شکست دیکر سلطنت کا رعب پھر سے قائم کیا،

۱۰۱۰ھ میں سلطان سلیمان دوم نے انتقال کیا، یہ بڑا نیک، علم دوست اور عابد و زاہد تھا، یہاں تک کہ شروع میں سلطنت تک سے انکار کر دیا تھا، بڑی مشکون سے کہہ سن کر لوگوں نے اسے راضی کیا،

(۲۲-۲۳)

احمد دوم - مصطفیٰ دوم،

سلطان سلیمان کے کوئی اولاد نہ تھی، اسلئے اس کا بھائی احمد تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی، سولے اس کے کہ جزیرہ ساقزیر وینس کا قبضہ ہو گیا۔

۱۵۱۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد سلطان محمد چہارم کا بیٹا مصطفیٰ دوم تخت پر بیٹھا، یہ بڑا بہادر تھا، خلیفہ ہونے کے تیسرے ہی دن بولونیا پر چڑھائی کر دی کئی مقامات چھین لئے، پیر اعظم (شاہ روس) ازاں فتح کر کے بحیرہ اسود میں روسی بندرگاہ بنا چاہتا تھا، سلطان مصطفیٰ نے اسے وہاں سے ہٹا دیا، پھر منگری پر حملہ کیا، اور اسے بھی شکست دی، ۱۵۱۳ء میں آسٹریا کو بھی ہرایا، لیکن اتفاقاً آسٹریا کے سپہ سالار اوچین نے اپنا حملہ کیا، جس سے ترکوں کو سخت نقصان پہنچا، اون کے بڑے بڑے سردار ہیماں تک کہ وزیر اعظم بھی مارے گئے، پیر نے سلطان کو ادھر چھینا دیکھ کر ازاں پر قبضہ کر لیا، آخر ۱۵۱۶ء میں ترکی کا روس، بولونیا، آسٹریا اور وینس کے ساتھ عہد نامہ ہوا، اس میں طے پایا کہ منگری اور ٹرانسلوینیا، آسٹریا کو، یوکرین بولونیا کو، ازاں روس کو مورہ او ڈالسیا وینس کو دیدیئے جائیں، اور آئندہ سے آسٹریا ترکی کو کوئی خراج نہ دے گا۔

اس عہد نامہ سے ترکی کو سخت نقصان پہنچا، اس کے بعد ترکوں کا رعب جا تا رہا، یورپ کی حکومتوں نے آپس میں طے کیا کہ ترکوں کو نہ صرف یہی کہ آگے بڑھنے سے روکا جائے، بلکہ انھیں یورپ سے بحال دیا جائے، تاکہ اسلام عیسائیوں کے مقابلہ میں باقی

نہ رہ سکے، حسین پاشا کو پرہیزی وزیر عظم تھا، اس نے حالت سنبھالنے کے لئے ملک کا انتظام درست کرنا شروع کیا، حسین پاشا کی مستعدی سے امید ہو چلی تھی کہ بس تھوڑے دنوں میں ترک پھر ترقی کریں گے، لیکن شیخ الاسلام فیض اللہ آفندی کو بلا وجہ ایسی عداوت ہو گئی کہ اسے ہر طرف کر کے چھوڑا، اس کے بعد مصطفیٰ پاشا وزیر ہوا، لیکن اسے بھی شیخ الاسلام نے ہٹا دیا، اور راجہ پاشا کو مقرر کرایا، جس نے شیخ الاسلام کے چاروں بیٹوں کو بڑے بڑے عہدے دیے، لیکن فوج خوش نہ تھی، مگر سلطان نے اسے نہ ہٹایا، نتیجہ ہوا کہ فوج نے خود سلطان کو ہٹا دیا،

(۲۴)

سلطان احمد سوم،

مصطفیٰ دوم کے بعد اس کا بھائی احمد تخت پر بیٹھا، شیخ الاسلام فیض اللہ آفندی کو جن کی وجہ سے سارا جھگڑا ہوا تھا، اکثراری فوج نے قتل کر ڈالا، سلطان نے اپنے داماد حسن پاشا کو وزیر عظم بنایا، جس نے پھر سے امن و امان قائم کیا، روس سے جنگ ہوئی، جس میں شاہ روس پیڑ اور اس کی ملکہ کیتھرائن دونوں قلعہ میں گھر گئے، لیکن سپہ سالار محمد پاشا نے رشوت لے کر مہمولى ساعہ نامہ لکھا کر چھوڑ دیا، سلطان نے اس بے ایمانی پر اسے علیحدہ کر دیا، اور اس کی جگہ یوسف پاشا کو مقرر کیا، اس نے روس سے صلہ کیا کہ سات برس تک کوئی لڑائی نہ ہوگی، لیکن چند ہی عرصے بعد روس نے لڑائی شروع کر دی، مگر چونکہ ہالینڈ اور انگلستان کو اس میں اپنی تجارت کے نقصان کا ڈر تھا، اس لئے انھوں نے بیچ میں پر کر صلح کرادی، ۱۷۱۳ء میں مانی ٹرکھ

نے بغاوت کی علی پاشا نے شکست دی، لیکن پھر آسٹریا کے سپہ سالار اوحین کی وجہ سے شکست ہوئی اور بلغراد اور سربیا کا ایک بڑا حصہ ترکوں کے ہاتھ سے نکل گیا، ایران میں میراشراف نے شاہ طہماسپ کو نکال دیا، اس گڑ بڑ کے موقع پر ترکوں نے آرمینیا اور گرجستان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا، شاہ طہماسپ نادر شاہ کی مدد سے پھر بادشاہ ہو گیا، اب اوس نے اپنے علاقے ترکوں سے واپس مانگے لیکن سلطان اور وزیر دونوں رنگ رہا، منار ہے تھے، ادھر کون تو جھک رہا، آخر طہماسپ نے بڑھ کر تبریز پر قبضہ کر لیا، اور ترکی فوجوں کو مار کر نکال دیا، فوجی سرداروں نے غصہ میں آکر صدر اعظم ابراہیم پاشا کو قتل کر ڈالا، اور ۱۱۴۳ھ میں سلطان کو تخت سے اتار کر اوس کے بھتیجے محمود کو بادشاہ بنایا،

(۲۵)

سلطان محمود اول

۱۱۴۳ھ میں تخت پر بیٹھا، یہ بڑا علم دوست اور منظم تھا، کئی کتب خانے قائم کئے، اس زمانہ میں ایران میں نادر شاہ افشار بادشاہ تھا، اوس نے بار بار ترکی پر حملے کئے، پہلا حملہ ۱۱۴۹ھ میں ہوا، حسین صلیح ہو گئی اور طے پایا کہ سلطان مراد کے زمانہ میں دونوں حکومتوں کی جو حدیں تھیں وہی اب بھی قائم رکھی جائیں، لیکن ۱۱۵۶ھ میں دوسرا حملہ ہوا، اس میں ترکوں کو فتح ہو جاتی، لیکن عین وقت پر اوس کا سردار عین پاشا وفات پا گیا، اس لئے شکست اٹھانی پڑی، اس زمانہ میں روسیوں کو موقع مل گیا اور انھوں نے آسٹریا کو اپنے ساتھ ملا کر ترکوں پر حملہ کر دیا، لیکن شکست کھائی، اور

اس شرط پر صلح کی کہ آسٹریا، بلغراد اور روس ازاق ترکوں کو دیدے، اور آئندہ سے بحیرہ اسود میں کوئی جنگی جہاز نہ رکھے،

۱۱۶۵ء میں ایک دن سلطان محمود جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آ رہے تھے کہ اسٹین گھوڑے ہی پر انتقال ہو گیا،

(۲۶)

سلطان عثمان سوم،

عثمان بھی سلطان مصطفیٰ دوم کا بیٹا تھا، بھائی کے انتقال کے بعد تخت پر بیٹھا، اور تین برس کے بعد ۱۱۸۷ء میں وفات پائی، اس کے زمانہ میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی،

(۲۷)

سلطان مصطفیٰ سوم

سلطان عثمان کے بعد سلطان احمد سوم کا لڑکا سلطان مصطفیٰ سوم کے نام بادشاہ ہوا، اس کے زمانے میں روس نے پھر زور باڑھا، اور آسٹریا اور پریشا کو ملا کر لڑائی شروع کر دی، اس کے ساتھ ہی اپنی ترکیب سے ادھر ادھر بنادے بھی شروع کرادی، مہر کے گورنر علی بک پر اس کا بہت اثر پڑا، اس نے دمشق بیت المقدس وغیرہ فتح کر کے ارادہ کیا کہ اناطولیہ پر بھی حملہ کرے کہ اسٹین میں مہر کا ایک شخص امیر محمد بک ابو ذہب کھڑا ہوگی، اور علی بک کا سر کاٹ کر ۱۱۸۷ء میں قسطنطنیہ بھیج دیا،

روس سے صلح کی بات چیت کی گئی، لیکن اس نے شرطیں ایسی سخت لگائیں کہ سلطان کسی طرح راضی نہ ہو سکا، ان فکروں کا سلطان پر ایسا اثر پڑا کہ ۱۸۸۰ء میں انتقال کر گیا

(۲۸)

سلطان عبدالحمید اول

سلطان مصطفیٰ کے انتقال کے بعد اس کا بھائی عبدالحمید اول خلیفہ ہوا، یہ اگرچہ نیک مزاج اور پرہیزگار تھا، لیکن حکومت کے کاموں سے بالکل ناواقف تھا، صدر اعظم خلیل پاشا اور خواجہ یوسف کی ہمت و تدبیر نے کچھ کام کیا، لیکن سلطنت پہلے ہی سے کمزور تھی، خلیفہ کی کمزوری اور بے سمجھی نے اسے اور کمزور کر دیا، مصر و ایران کے جھگڑے تو کسی نہ کسی طرح دبا دیئے گئے، لیکن روس کا زور نہ ٹوٹ سکا، اور کریمیا کی ریاست بھی ہاتھ سے جاتی رہی، آخر مجبوراً انہی شرطوں پر صلح کرنی پڑی جو سلطان مصطفیٰ سوم کے زمانہ میں نامنظور کی جا چکی تھیں، اس طرح کریمیا کے علاوہ گرجستان، چرکس اور قلمہ ازاق روس کے قبضہ میں چلے گئے، ۱۸۷۸ء میں سلطان حمید کا انتقال ہو گیا،

(۲۹)

سلطان سلیم ثالث

عبدالحمید اول کے بعد مصطفیٰ سوم کا لڑکا سلیم بادشاہ ہوا، اس وقت ملک عجب ابتری کی حالت میں تھا، فوج بے قابو تھی، ملک کے اندر بغاوتیں ہو رہی تھیں، باہر کی سلطنتیں دانت لگائے ہوئے تھیں، روس و آسٹریا

تو پہلے ہی سے دشمن تھے، اب فرانس سے بھی لڑائی شروع ہو گئی، آسٹریا اور روس
 تو خیر اپنے پونے صلح ہو گئی، جس میں ترکوں کو تھوڑا بہت فائدہ ہوا، یعنی آسٹریا
 سے بلغراد اور سر ویہ واپس مل گیا، اور پہلی حد باقی رہی، لیکن پنولین (فرانسیسی جنرل)
 سے کافی معرکے رہے، وہ تو کموانگریز اور روسی بھی فرانس کے دشمن تھے، اس لئے
 وہ بھی ترکوں کے ساتھ شریک ہو گئے، ورنہ بڑی مشکل ہوتی، ان لوگوں کی مدد سے
 بڑا فائدہ پہونچا، اسی درمیان میں خود فرانس نے آسٹریا سے شکست کھائی اور سار
 ملک میں گر بڑیج گئی، پنولین پہلے ہی پریشان تھا، یہ خبر جوتی تو اور گھبر گیا، اور راتوں
 رات چھپکر فرانس چل دیا، وہاں حکومت کا طریقہ بدل گیا، اور خاندانی و شخصی حکومت
 کی جگہ جمہوریتی حکومت قائم ہو گئی، اور پنولین اوس کا صدر بنا گیا، اب فرانس
 کی روش بدل گئی، پنولین نے ترکی حکومت کو لکھا کہ روس اور انگریز ترکوں کے دشمن
 ہیں، روس یونان پر قبضہ کر چکا ہے، اور انگریز مصر کی فکر میں ہیں، ترکوں کو چاہئے کہ پہلے
 کی طرح فرانس سے دوستی رکھیں، اسی میں اون کا فائدہ ہے، ترکوں کی بھی یہی رائے
 تھی، لہذا معاملہ طے ہو گیا، اور ایک نیا عہد نامہ لکھ دیا گیا، جس میں فرانس نے مصر
 اور یونان پر ترکی حکومت مان لی، اور ترکوں نے اپنی سلطنت میں پہلے کی طرح
 فرانس کو تجارت کا حق دیدیا،

سلطان سلیم بڑا سمجھدار بادشاہ تھا، اوس نے دیکھا کہ جب تک فوج دست

سے شخصی حکومت میں رعایا کو کوئی دخل نہیں ہوتا ہے، بلکہ سارا اختیار بادشاہ کو ہوتا ہے، جب وہ مرجا تا ہے تو پھر
 اوس کے خاندان کا کوئی آدمی گدی پر بیٹھ جاتا ہے، لیکن جمہوری حکومت میں رعایا بادشاہ منتخب کرتی ہے، جو حد تک
 اور رعایا کے منتخب کردہ ممبروں کی صلاح سے حکومت کرتا ہے،

نہ ہوگی، یوں ہی حالت تباہ رہیگی، اس لئے اس طرف توجہ کی، جنگی مدرسے قائم کئے، ترکی زبان میں جنگ کے متعلق کتابیں تیار کرائیں، جنگی جہاز بنوائے، توپیں ڈھالنے کے کارخانے قائم کئے، لیکن افسوس اسے زیادہ موقع نہ ملا، انکشاری فوج اور دوسرے امیرون نے اپنا اثر کم ہوتے دیکھا تو بغاوت کر دی، پہلے سنے وزیروں کو قتل کر لیا، پھر خود سلطان کو تخت سے اتار دیا، (۱۲۲۲ھ)

(۳۰)

سلطان مصطفیٰ چہارم

سلطان سلیم کی جگہ سلطان عبد الحمید اول کے لڑکے مصطفیٰ کو تخت پر بٹھایا گیا، اس نے بادشاہ ہوتے ہی، سلطان سلیم کے زمانہ کی تمام اصلاحات (یعنی ساری اچھی اور عمدہ باتیں اور مناسب قاعدے) واپس لے لین اور پھر وہی پرانی چال شروع ہو گئی، اس وقت روس سے جنگ ہو رہی تھی، خبر پہنچی تو انکشاری بہت خوش ہوئے، صدر اعظم علی پاشا نے افسوس کیا تو اوغین بھی مار ڈالا، وہ نوکوروں پولین سے لڑ رہا تھا، ورنہ معلوم نہیں ترکی پر کیسی تباہی آتی، لیکن روس پولین سے ہار گیا، اور مجبوراً ترکوں سے صلح کرنی پڑی، اس کے بعد روس نے چچک سے پولین سے طے کر لیا کہ دونوں مل کر ترکی سے زمین اور سارا ملک آپس میں بانٹ لیں، ادھر ترکی کی حالت بالکل تباہ تھی، وہ تو اللہ نے خبر کی کہ سلطان سلیم کے زمانے کے چار پانچ آدمی باقی رہ گئے تھے، وہ فوج لے کر قسطنطنیہ آئے کہ سلطان سلیم کو پھر بادشاہ بنادین، لیکن یہاں پہنچے تو سلطان سلیم قتل ہو چکا تھا، مجبوراً سلطان عبد الحمید اول کے لڑکے محمود کو تخت پر بٹھایا، (۱۲۲۳ھ)

(۳۱)

سلطان محمود ثانی

محمود نے عظیم مصطفیٰ کو جس کی کوشش سے یہ سارا انقلاب ہوا تھا صدر عظم بنایا اور سلطان سلیم کی فوجی اصلاحات پھر جاری کر دیں، انگلستان نے پھر بغاوت کی اور صدر عظم مصطفیٰ کو قتل کر دیا، مجبوراً سلطان نے اصلاحات واپس لے لین، روس نے پھر چڑھائی کی، اور زبردستی دوسرا معاہدہ لکھایا، جس کے بعد ٹرکی کا کافی علاقہ روس کے قبضہ میں چلا گیا، یہ حالت دیکھ کر یونان نے بھی ہاتھ پیر نکالے، اور انگلستان، روس اور فرانس کی مدد سے جنگ شروع کر دی، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بھی ترکوں کے ہاتھ سے نکل گیا، اجڑا کر پر فرانس نے قبضہ کر لیا، سر دیر روس کی مدد سے آزاد ہو گیا، غرض کہ حالت روز بروز خراب ہونے لگی، اس عام تباہی کے زمانہ میں عرب سے ایک امید کی کرن چھوٹی اور اس بندھی کہ اب پھر اسلام کا نور دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائیگا، یاد ہوگا کہ عرب پہلے کچھ نہ تھے لیکن اسلام کے اثر سے انہی عربوں نے چند برس میں ساری دنیا کو ہلا ڈالا تھا، بعد کو عباسیوں کے زمانے میں ایسی صورتیں پیش آئیں کہ وہ دھیرے دھیرے حکومت سے الگ ہو گئے، اس کے بعد سے پھر وہ الگ ہی رہے، رفتہ رفتہ ان سے دینی اثر بھی کم ہونے لگا، اور وہ شرک و بدعت اور دوسری برائیوں میں پھنس گئے، اس زمانہ میں وہاں ایک بزرگ شیخ محمد بن عبد الوہاب پیدا ہوئے، انھیں یہ حالت دیکھ کر سخت رنج ہوا، انھوں نے خیال کیا کہ اگر کسی طرح دینی رنگ پھر پیدا ہو جائے

تو یہی عرب ساری دنیا میں پھرا جالا پھیلا سکتے ہیں، یہ سوچ کر اونھوں نے وعظ و نصیحت شروع کی، چند ہی دنوں کی کوشش سے پھر عربوں میں دینی حرارت اور مذہبی جوش پیدا ہو گیا، اور اور وہ ائمہ و رسول کے نام پر زندگیاں قربان کرنے لگے، اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ اسلام میں ایسا اثر ہے کہ اس پر عمل کرتے ہی دین و دنیا میں ہر قسم کی ترقی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ چنانچہ اب بھی وہی ہوا، اور وہی جاہل و وحشی بدو ایسی ترقی کر گئے کہ اونھوں نے نجد میں اپنی ایک اچھی خاصی حکومت قائم کر لی، اس کے بعد ساری دنیا کو اسی رنگ میں رنگنے کے لئے آگے بڑھے، سب سے پہلے مکہ مدینہ کا ارادہ کیا، کیونکہ یہی مسلمانوں کے مرکز تھے، اگر یہاں اصلاح ہو جائے تو پھر ساری دنیا درست ہو جائے، چنانچہ اونھوں نے حجاز پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد عراق و شام کی طرف بڑھے، اب سلطان کو کھڑکا ہوا کہ کہیں یہ لوگ ساری سلطنت پر قبضہ نہ کر لیں، اس لیے عراق کے حاکم کو لکھا کہ ان کا مقابلہ کرین، لیکن اس سے کچھ نہ ہو سکا تو عراق و شام اور جدہ کے حاکموں نے مل کر مقابلہ کرنا چاہا، لیکن کامیابی نہ ہو سکی، اب سلطان محمود نے مصر کے صوبہ دار محمد علی پاشا کو حکم بھیجا اور کہا کہ کامیابی کے بعد نجد کا علاقہ بھی اسی کی ماتحتی میں دیدیا جائیگا، محمد علی پاشا نے بہتیرا زور لگایا، لیکن جب تک نجدیوں کا سردار سعود بن عبد العزیز زندہ رہا، کچھ نہ ہو سکا، سعود کے مرنے پر بعض نجدی سرداروں کو روپیہ دے کر ملا لیا، اس طرح عربوں کو شکست ہوئی، ان کا سردار عبد اللہ بن سعود پکڑا کر قسطنطنیہ روانہ کیا گیا، جہاں قتل کر دیا گیا، اس کے بعد محمد علی پاشا کی ہمت بہت بڑھ گئی، مصر پر تو اس کا قبضہ تھا ہی اب شام کا بھی ارادہ کیا، کئی لڑائیاں ہوئیں، آخر روس کی مدد سے کہیں یہ قبضہ ختم ہوا، لیکن محمد علی کو مصر اور اس کے بیٹے ابراہیم پاشا کو

جزیرہ کریت کا حاکم مانتا ہی پڑا،
 انگٹساری فوج کے متعلق تو کوئی جگہ پڑھ چکے ہو کہ کیسے نثریر اور سرکش تھے وہ
 اصلاحات کے سخت مخالف تھے، کیونکہ اس میں اون کا نقصان تھا، سلطان سلیم کو
 اسی وجہ سے تخت سے اتارا، سلطان محمود کے وزیر اعظم عبدالرحمن مصطفیٰ کو اسی لئے قتل کیا
 مجبوراً سلطان محمود کچھ دن کے لئے رک گیا تھا، لیکن آخر اصلاحات تو ضروری تھیں
 سلطان نے پھر ارادہ کیا کہ انہیں جاری کرے لیکن انگٹساریہ نے پھر مخالفت کی، وزیر
 امیرون کا کیا ذکر ہے، خود شاہی محل لوٹ لیا، سلطان کے قتل میں کوئی کسر نہ رہی تھی
 لیکن عین وقت پر ایک تدبیر سمجھ میں آگئی، یاد ہو گا کہ جب ترکوں کو خلافت ملی تھی تو
 اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر، تلوار اور علم بھی ملا تھا، اس موقع پر
 جب سلطان محمود بالکل گھر گیا تو حضور کے اسی علم (جھنڈا) کو نکالا اسے دیکھ کر لوگ
 بہت بڑی تعداد میں جمع ہو گئے، سلطان نے اون کی مدد سے انگٹساری فوج کو قتل
 کرایا، پھر تمام صوبوں میں ان کی علیحدگی کا حکم بھیج دیا، اس طرح اس سرکش اور بے قابو
 فوج سے چھٹی ملی،

۵۵۲ھ میں سلطان محمود نے وفات پائی، ترکی ٹوپی اسی کے زمانہ سے نکلی،

(۳۲)

سلطان عبدالحمید اول

سلطان محمود کے بعد اوس کا بیٹا عبدالحمید بادشاہ ہوا، روس سے تو برابر لڑائی
 رہا ہی کرتی تھی، اس کے زمانہ میں بھی ایک جنگ ہوئی، لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں صلح

ہو گئی، حسین اناطولیہ کا روسی قلعہ قرص ترکون کو دیا گیا، اور ترکی مقام ایسا سٹوپول روس کو ملا، حاکم مصر محمد علی پاشا کے متعلق اوپر پڑھ چکے ہو، سلطان عبدالحمید کے زمانہ میں پھر مقابلہ ہوا آخر مصر کی حکومت ہمیشہ کے لئے محمد علی اور اوس کی اولاد کو دیدی گئی،

۱۲۷۷ء میں سلطان نے وفات پائی،

(۳۳)

سلطان عبدالعزیز

عبدالحمید کے بعد اوس کا بھائی عبدالعزیز تخت پر بیٹھا، اس کے وقت میں عالی پاشا صدر غلہ تھے، اونھوں نے بہت اچھا انتظام کیا، فوج درست کی، بیڑہ کو ایسی ترقی دی کہ دنیا میں دوسرے نمبر پر سمجھا جانے لگا، لیکن ان کے مرنے ہی پھر وہی خرابیاں شروع ہوئیں، کچھ دن لوگوں نے صبر کیا، لیکن جب سلطان کی غفلت کا وہی حال رہا، تو امرار نے آپس میں صلاح کر کے اُسے تخت سے اتار کر قید کر دیا، جہاں اوس نے خودکشی کر لی،

(۳۴) سلطان مراد پنجم (۳۵) سلطان عبدالحمید ثانی

سلطان عبدالعزیز کے بعد ۱۲۹۳ء میں سلطان عبدالحمید اول کا لڑکا مراد تخت پر بیٹھا گیا، لیکن ایک ہی ہفتہ کے بعد دماغ خراب ہو گیا، تین مہینے تک علاج ہوتا رہا، لیکن جب حالت اچھی نہ ہوئی تو مجبوراً اوس کے دوسرے بھائی کو عبدالحمید دوم کے نام سے تخت پر بٹھایا گیا،

یہ زمانہ بڑا ہی سخت تھا سلطنت کی ساکھ گر چکی تھی، چاروں طرف دشمنوں کا زور تھا

خود ملک کے اندر گڑ بڑ مچ ہوئی تھی، اس موقع پر فوجوں ترکوں نے مدحت پاشا، انور پاشا، اور شوکت پاشا کی رہنمائی میں دستور کی حکومت پر زور دینا شروع کیا، آخر سلطان نے مجبور ہو کر اسے منظور کر لیا، لیکن اس کے بعد بھی یورپ کا رویہ وہی رہا، روس تو ہمیشہ سے دشمن تھا اب کی پھر اس نے چڑھائی کی، اور روسی فوجیں بلوٹان تک آگئیں، لیکن غازی عثمان پاشا نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا، روس کو شکست ہونے والی ہی تھی کہ ایک لاکھ فوج اور آگئی، غازی عثمان پاشا کے پیر میں گولی لگی، اور گرفتار ہوئے، زار (شاہ روس) کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے کہا کہ اگر تمھاری تلوار روس کے خلاف پھر کبھی نہ اٹھے تو تم جھوٹ دیئے جاؤ، شیر بلوٹا (غازی عثمان پاشا) نے جواب دیا کہ اگر سلطان کا حکم ہوگا تو ایک بار نہیں ہزاروں بار یہی تلوار آپ کے خلاف اٹھے گی، زار پر اس کا بہت اثر ہوا، اور اس نے اوجھن یون ہی چھوڑ دیا، بہر حال جون ٹون لڑائی ختم ہوئی، لیکن اس جنگ میں ترکوں کو بڑا نقصان پہونچا اور کافی ملک اون کے ہاتھ سے نکل گیا،

روس کے علاوہ قبرص پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا، اور مصر کو انگریزوں نے لین لیا، بیچارے اعرابی پاشا نے بڑا زور لگایا، لیکن کچھ نہ ہو سکا، سوڈان کے لئے ہمدی سوڈانی نے جان توڑ کوشش کی، پہلے انگریزوں کو شکست بھی ہوئی، لیکن آخر میں لارڈ کچنر نے قبضہ کر لیا، بیچارے ہمدی کی قبر اٹھڑوائی گئی، اور ہڈیاں تک بکھال کر پھینک دی گئیں، یونوں پر فرانس نے قبضہ کر لیا،

ملک کی یہ حالت دیکھ کر ۱۸۳۲ء میں لوگوں نے سلطان عبدالحمید کو تخت سے اتار دیا،

۱۸۳۲ء میں بھی جمہوری حکومت کی طرح عام رعایا کے مشورے سے حکومت ہوتی ہے صرف بادشاہ خاندان ہوتا ہے، انگلستان میں بھی یہی طریقہ ہے، اسی کو پارلیمنٹری حکومت کہتے ہیں،

(۳۶)

سلطان محمد پنجم،

سلطان عبدالحمید کے بعد ۳۲۵ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں اوس کے بھائی محمد کو تخت پر بٹھایا گیا، اس وقت نہ فوج کی حالت درست تھی نہ ملک کا انتظام ٹھیک تھا، نہ خزانہ میں کچھ باقی تھا، اس کمزوری کی وجہ سے اٹلی نے طرابلس پر قبضہ کر لیا، ابھی یہ قصہ ختم نہ ہوا تھا، کہ بلقان کی لڑائی چھڑ گئی، اور کوشش ہونے لگی کہ ترکوں کو یورپ سے نکال دیا جائے اس وقت مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہو گیا، ہمارے ہندوستان میں بھی پہلے طرابلس اور پھر بلقان کے معاملہ میں بڑا زور اور کافی ہلچل رہی، مولانا شبلی نے ایک بڑی زوردار نظم لکھی، مولانا محمد علی اور مولانا ابوالکلام نے اپنی پر جوش تحریریں اور دل ہلا دینے والی تقریریں سے سارے ہندوستان میں آگ لگا دی لاکھوں روپیہ کی امداد کے علاوہ غنیمتوں کی دیکھ بھال اور اودن کے علاج اور مرہم پٹی کے لئے ڈاکٹر انصاری کے ساتھ کئی آدمی روانہ ہوئے، جھون نے بڑی محنت سے مریضوں اور زخمیوں کی خدمت کی،

جنگِ جرمنی یا جنگِ عظیم،

بلقان کی لڑائی ختم ہی ہوئی تھی کہ ۳۳۲ھ مطابق اگست ۱۹۱۴ء میں جنگِ جرمنی شروع ہو گئی، اس وقت حالات کچھ ایسے تھے، کہ ترکوں کو اپنی مرضی کے خلاف اس لڑائی میں شریک ہونا پڑا، جنگ ہو ہی رہی تھی کہ ۳۳۶ھ میں سلطان محمد پنجم نے وفات پائی،

(۳۷)

سلطان عبدالوحیدؒ

محمد پنجم کے بعد سلطان عبدالوحید تخت پر بیٹھا، ۱۰ اگست ۱۹۱۵ء (۱۳۳۶ھ) کو جرمنی اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی، ترک بھی جرمنی کے ساتھ تھے، اس لئے اون پر بھی اس کا اثر پڑا، اور اکثر کیا ساری سلطنت ہی ختم کر دی گئی، اتحادی یعنی انگریزوں اور اون کے ساتھیوں نے ساری سلطنت آپس میں بانٹ لی، حجاز عراق فلسطین انگریزوں نے لے لیا، شام فرانس کے قبضہ میں آیا، ایشیائے کوچک یونان کو ملا اور قسطنطنیہ اور آبنائے سب کی ملکیت قرار پائے، صرف نام کے لئے ترکوں کو باقی رکھا، بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ترک ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا، فوجان ترک مصطفیٰ کمال پاشا، رؤف بے، ڈاکٹر عدنان وغیرہ کسی طرح بچ کر نکل آئے اور تھوڑی بہت فوج جمع کر کے جنگ شروع کر دی، خلیفہ عبدالحمید سے اتحادیوں نے حکم لکھوایا کہ مصطفیٰ کمال وغیرہ باغی ہیں اور قتل کے مستحق ہیں، ان لوگوں نے جو یہ حالت دیکھی تو اعلان کر دیا کہ ہم نہ عبدالوحید کو خلیفہ مانتے ہیں، نہ اسکی حکومت صحیح حکومت ہے اس کے بعد لڑائی جاری رہی، آخر خدا کے فضل سے ان لوگوں کو کامیابی ہوئی، یونان نے شکست کھائی، اور سارا ایشیائے کوچک پھر ترکوں کے قبضہ میں آگیا، ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو قسطنطنیہ پر بھی قبضہ ہو گیا، سلطان عبدالوحید بھاگ کر انگریزوں کی پناہ میں مالٹا چلا گیا۔

(۳۸)

سلطان عبدالمجید دوم،

عبدالوحید کے بعد سلطان عبدالمجید کو خلیفہ بنایا گیا، لیکن سلطنت کے سارے اختیارات مصطفیٰ کمال کو دیئے گئے، حکومت دستوری کے بجائے جمہوری ہو گئی اور مصطفیٰ کمال اس کے صدر قرار پائے،

مصطفیٰ کمال

مصر کے عباسی خلفاء کے متعلق پڑھ چکے ہو کہ تھے تو وہ خلیفہ اور مرتبہ میں بادشاہ سے بڑے لیکن اختیارات بالکل نہ تھے، یہی حال سلطان عبدالمجید کا تھا کہ بنا تو دیئے گئے خلیفہ لیکن سارے انتظامی اختیارات مصطفیٰ کمال کے ہاتھ میں رہے، کچھ دن کسی طرح یہ شکل چلتی رہی، لیکن چند مہینوں کے بعد یہ عہدہ فضول اور تکلیف دہ سمجھ کر توڑ دیا گیا، اور خلیفہ کی دینی حیثیت بھی ختم ہو گئی، سلطان عبدالمجید ملک سے نکال دیئے گئے، اور یورپ جا کر سوئزرلینڈ میں رہنے لگے، ریاست حیدرآباد اور بھوپال کی طرف سے کچھ رقم مقرر ہو گئی، جس سے اون کا گذر ہوتا ہی، اسے من نظام حیدرآباد کے صاحبزادے شاہزادہ اعظم اور شاہزادہ منظم یورپ گئے، سلطان عبدالمجید کی صاحبزادی درشاہوار اور عزیزہ نیلوفر سے اون کی شادی ہو گئی، اور یہ شاہزادیاں

رضت ہو کر ہندوستان آگئیں، اور آج کل حیدرآباد کے شاہی محل میں تشریف
 رکھتی ہیں،
 مصطفیٰ کمال مستقل طور سے جمہوریہ ترکیہ کے صدر مقرر ہو گئے، اور آج
 تک اپنے عہدہ پر قائم ہیں،



آٹھواں باب

ہندوستان، بھائی بادشاہی اور برہمنی غلامی

اب تک تھاری بادشاہی کے جو مسلسل واقعے ہم ٹکوستاتے رہے، اس میں خود
تھارے ملک ہندوستان کا حال گویا نہیں آیا، خیال یہ تھا کہ دوسرے ملکوں کا حال
ستالینے کے بعد ایک دفعہ جی بھر کے ٹکو تھارے ملک کا حال سنائیں گے،

ہندوستان اور ملک عرب کے بیچ میں صرف ایک سمندر ہے، جس کو ہندو عربی
سمندر کہتے ہیں، اسی سمندر کے راستہ سے دونوں ملکوں میں بہت زمانہ سے تجارتی آمد و رفت
لگی رہتی تھی، پھر جب مسلمانوں نے عراق اور فارس کا ملک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں

ایران والوں سے لے لیا، تو ہندوستان کے صوبہ سندھ اور ایران کے صوبہ سیستان
کے ڈانڈے بالکل مل گئے، مسلمانوں کی سلطنت سے مجرم بھاگ بھاگ کر سندھ آجاتے

اور حکومت کو دق کرتے، اور سندھ کا راجہ اون کی روک تھام نہیں کرتا تھا، سندھ
ادیر کا ٹھیا وار میں دریائی ڈاکو رہتے تھے، جو مسلمانوں کے جہازوں پر ڈاکے ڈالتے تھے،

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بحرین کے ایک وانی نے گجرات اور کاٹھیاوار پر درپا
کے راستہ سے حملے، حضرت علیؓ کے زمانہ میں سیستان کی طرف سے کچھ مسلمانوں نے

پیش قدمی کی، بنواسیہ کی حکومت جب ہموئی اور عراق، ایران اور ترکستان کا نائب (دوبلیس) قبیلہ ثقیف کا ایک مشہور والی اور سپہ سالار حجاج بن یوسف جس کو عام طور پر حجاج ثقیفی کہتے ہیں مقرر ہوا اوس کے زمانہ میں سندھ کے ڈاکوؤں نے مسلمانوں کے ایک جہاز پر ڈاکہ ڈالا، اور مسلمان عورتوں کو پکڑ لے گئے، اس پر حجاج نے خشکی اور تری دونوں طرف سے ستر پر حملہ کیا، اس محلے کا افسر اوس نے اپنے ایک بھتیجے محمد بن قاسم کو جو فارس میں رہتا تھا، بنایا، محمد بن قاسم اوس وقت اٹھارہ برس کا فوجوان تھا، مگر وہ جرات ایہادی اور عقل و دانائی میں بڑوں کا مقابلہ کرتا تھا، محمد نے سیستان کی راہ سے آکر سندھ پر حملہ کیا اور عراق سے مسلمانوں کی دوسری فوج دریا کے راستے سے آکر دوسری طرف سے سندھ پر حملہ آور ہوئی، مسلمانوں اور سندھ کے راجہ میں کئی لڑائیاں ہوئیں آخر مسلمانوں نے سندھ اور ملتان کا ملک راجہ سے لے لیا، اہا یہاں خود حکومت کرنے لگے،

یہ واقعہ ۹۳ھ مطابق ۷۱۱ء میں ولید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں گذرا، اور اوس وقت سے لیکر معتصم عباسی کی خلافت کے زمانہ تک خلیفہ کی طرف سے کوئی حاکم اگر یہاں حکومت کرتا تھا، معتصم کے بعد جب بغداد میں مسلمانوں کی سلطنت کمزور ہوئی تو سندھ اور ملتان کے مسلمان حاکموں نے اپنی خود مختار ریاستیں یہاں قائم کر لیں جو سندھ تک کسی نہ کسی طرح چلتی رہیں،

چوتھی صدی کے آخر میں افغانستان کے شہر غزنو میں جب ایک مسلمان ترک غلام بکتگیں نے اپنی سلطنت قائم کی تو پنجاب کے راجہ سے اوس کی سرحدی چھڑ مچا کر شروع ہوئی جو رفتہ رفتہ بڑھتی گئی بکتگیں کے بعد اوس کا بیٹا سلطان محمود غزنوی تخت پر بیٹھا، تو اوس نے ملتان اور سندھ کے مسلمان حاکموں سے لڑ کر ان صوبوں پر خود قبضہ کر لیا، پنجاب کے راجہ

جس نے اس کو ملتان جانے کا راستہ نہیں دیا تھا، لڑا اور لڑ کر پنجاب کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا، پھر کاٹھیاواڑ میں سونمنا تھا نام ایک شہر پر جو سمندر کے کنارہ تھا، اور بہان ہندوؤں کا ایک مشہور مندر تھا، بڑی بہادری سے ریگستان کو عبور کر کے چڑھائی کی، اور بت کو توڑ ڈالا، اور اس صوبہ کی حکومت کو وہاں کے اصلی ہندو راجہ کے سپرد کر کے واپس چلا آیا، سلطان محمود نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے، اور ہر حملہ میں اس نے کوئی نہ کوئی شہر فتح کیا، لیکن اس نے اپنی سلطنت سندھ، ملتان اور پنجاب تک محدود رکھی، اور اس کا صدر مقام شہر لاہور کو بنایا، محمود ^{۳۲۱} سے غزنوی ^{۳۲۲} میں مر گیا، اس کے بعد اس کے بیٹے سلطان مسعود نے پھر ایک کے بعد ایک کر کے غزنین کے کئی بادشاہوں نے اس ملک پر حکومت کی، وہ اکثر غزنین میں اور کبھی کبھی لاہور میں رہتے تھے،

غزنوی بادشاہ

- ۱۔ سبکتگین، ^{۳۱۶} سے ^{۳۱۷} تک،
- ۲۔ سلطان محمود، ^{۳۱۷} سے ^{۳۲۱} تک،
- ۳۔ سلطان مسعود، ^{۳۲۱} سے ^{۳۲۲} تک،
- ۴۔ سلطان محمود، ^{۳۲۲} سے ^{۳۲۳} تک،
- ۵۔ سلطان علی بن مسعود، ^{۳۲۳} سے ^{۳۲۴} تک،
- ۶۔ سلطان فرخ زاد، ^{۳۲۴} سے ^{۳۲۵} تک،
- ۷۔ سلطان ابراہیم، ^{۳۲۵} سے ^{۳۲۶} تک،
- ۸۔ سلطان مسعود ثانی، ^{۳۲۶} سے ^{۳۲۷} تک،

۹۔ ارسلان شاہ، ۵۰۹ء سے ۵۱۲ء تک،

۱۰۔ بہرام شاہ، ۵۱۲ء سے ۵۲۰ء تک،

۱۱۔ خسرو شاہ، ۵۲۰ء سے ۵۵۵ء تک،

۱۲۔ خسرو ملک، ۵۵۵ء سے ۵۸۲ء تک،

۵۸۲ء میں سلطنت ختم ہو گئی، واقعہ یہ ہوا کہ غزنین سے کچھ دور غور کا پہاڑی ملک میان کے لوگوں نے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا، آخر بہرام شاہ کے زمانہ میں غور کے امیروں کی طاقت بہت بڑھ گئی، اور غزنیوں کو غزنین سے بھاگ کر لاہور آ جا پڑا، چنانچہ آخر کے غزنوی بادشاہوں نے یہیں حکومت کی، غوریوں نے پہلے غزنین پر قبضہ کیا، پھر ہندوستان پر حملہ کر کے اودن سے ہندوستان کی حکومت بھی چھین لی، اور ۵۸۲ء میں خسرو ملک سے لاہور بے لڑے بھڑے لیکر ہندوستان کو اپنے ماتحت کر لیا،

اب غزنوی کے بعد غوری خاندان شروع ہوا، سلطان شہاب الدین نے ہندوستان پر چڑھائی کی، (۵۹۳ء) دہلی، اجیر اور قنوج کے راجوں کو شکست ہوئی اور لنگھا کے کنارے سے پشاور تک اسلامی حکومت قائم ہو گئی، شہاب الدین خود تو ہندوستان میں نہ رہا، لیکن اپنے غلام قطب الدین کو یہاں نائب مقرر کرتا گیا، یہی قطب الدین ہے، جس سے ہندوستان میں ایسی اسلامی حکومت کی ابتدا ہوئی، جو سات سو برس تک قائم رہی، قطب الدین خود غلام تھا اس کے بعد کے بادشاہ بھی ایسے ہی تھے، اس لئے تاریخ میں یہ خاندان غلام خاندان کے نام سے مشہور ہے، اس میں ویسے تو چھوٹے بڑے سب ملکر دس بادشاہ ہوئے، لیکن قطب الدین کے علاوہ التمش، ناصر الدین محمود اور غیاث الدین بلبن تین بہت مشہور ہوئے ہیں، سلطنت قطب الدین کے زمانہ ہی میں یوب کی طرف

بنگال اور دکن کی طرف سندھ و مالوہ تک پہنچ گئی تھی، بعد کو شمس الدین اہمیش، ناصر الدین محمود اور غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں اور عروج ہوا، اور ہندوستان کے سارے اچھے اچھے علاقے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے،

بلبن کے بعد کوئی ویسا سمجھ اور ہمت والا اس خاندان میں نہ نکلا، کی قباد تخت پر بٹھایا گیا، لیکن اوس نے ایسی رنگ رلیاں منائیں کہ تین ہی برس کے بعد غلی خاندان کے ایک امیر جلال الدین نے سلطنت پر قبضہ کر لیا، (۶۹۹ھ) جلال الدین کے بعد اوس کا بھتیجا علا الدین غلی بادشاہ ہوا، اور بیس برس تک بڑے رعب و داب سے حکومت کی، اس کے زمانہ میں سارے ہندوستان پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی، اسلامی فوجوں نے بندھیا پل سے اتر کر دکن پر حملہ کیا، اور راجون ہماراجون کو شکست دیتے ہوئے اس کمار کی تک پہنچ گئیں،

علا الدین اگرچہ مزاج کا سخت تھا، لیکن انتظام کا بڑا پکا تھا، سارے ملک میں امن تھا، اور ہر طرف خوشحالی پھیلی ہوئی تھی، اس کے بعد چھ عیسویوں میں کوئی ایسا زوردار بادشاہ نہ ہوا، بلکہ غضب یہ ہوا کہ خسرو نامی ایک نام کا مسلمان غلام سلطنت کا مالک ہو گیا، اس نے وہ وہ ظلم کئے کہ خدا کی پناہ مسجدین اور قرآن مجید تک بے حرمتی سے نہ پہنچ سکے، اس حالت کو سن کر مسلمان بلبلا اٹھے، پنجاب کے صوبہ دار غازی ملک نے دلی پر چڑھائی کی، خسرو مارا گیا، اور لوگوں نے غازی ملک کو غیاث الدین تعلق کے نام سے بادشاہ بنا دیا، (۷۱۳ھ) اس کی ذات سے بڑی بڑی امیدیں تھیں، لیکن افسوس قصا نے ہمت نہ دی، اور پانچویں برس انتقال ہو گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا محمد تعلق تخت پر بیٹھا، یہ بڑا بہادر نہایت عقلمند اور بہت ہی سمجھ دار تھا، اس نے دیکھا کہ باہر سے برابر حملے ہوتے رہتے ہیں، اس لئے کوشش کی کہ سرحدیں

مضبوط ہو جائیں، اس خیال سے اس نے تبت، چین اور خراسان کی فتح کا ارادہ کیا اور فوجیں روانہ کر دیں، لیکن حالات کچھ ایسے پیش آئے، کہ یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا، ملک کے اندر بھی سلطنت بہت بڑھ گئی تھی، اب دہلی میں رہ کر سارے صوبوں کی نگرانی اور ضرورت کے وقت فوجوں کی روانگی سخت دشوار تھی، اسلئے محمد تغلق نے بیچ سلطنت میں دولت آباد کو پایہ تخت بنانا چاہا، سب سامان یہاں آگیا تھا، کہ ابا لاری منلوں کے حملے کی خبر ملی، مجبوراً اسے یوں ہی چھوڑ دینا پڑا، محمد تغلق نے کچھ دنوں کے لئے تانبہ کا سکہ بھی چلایا، لیکن رعایا کو پسند نہ آیا، تو واپس لے لیا، اور اس کے بدلہ سونے کے سکے دیدیئے، ان باتوں کی وجہ سے لوگ اسے دیوانہ کہتے ہیں، لیکن سوچو تو اس میں دیوانگی کی کیا بات ہو، سرحد کی حفاظت اور بیچ میں دار السلطنت بنانے کو کون برا کہہ سکتا ہو اس وقت آخر کا غذ کے نوٹ چلے ہی ہیں، پھر محمد تغلق بیچارے نے تانبے کے سکے چلا کر کیا گناہ کیا تھا، ۵۲ھ میں محمد تغلق کا انتقال ہو گیا اور اس کا چچا زاد بھائی فیروز تغلق تخت پر بیٹھا یہ بڑا نیک اور دیندار تھا، اس نے اپنے زمانہ میں ملک آباد و خوشحال کر دیا چالیس برس کی حکومت کے بعد فیروز کا انتقال ہو گیا، اس کی وفات کے بعد پھر وہی گڑ بڑ شروع ہو گئی ابھی یہ مصیبت ختم نہ ہوئی تھی کہ تیمور آ پہونچا، جب بادشاہ ہی میں کچھ سکت نہ تھی، تو رعایا کیا کرتی، نتیجہ یہ ہوا کہ تیمور دہلی پہونچ گیا، اور سارے شہر میں لوٹ مار شروع ہو گئی، تیمور تو کچھ دن کے بعد چلا گیا، لیکن یہاں وہی گڑ بڑ رہی، آخر پنجاب کے صوبہ دار سید خضر خان نے تخت پر قبضہ کر لیا، لیکن دہلی کے آگے ان لوگوں کا کہیں اثر نہ تھا، تمام صوبہ دار اپنی اپنی جگہ مالک بن گئے تھے، کچھ دن تک کسی نہ کسی طرح دہلی

کے آس پاس ان لوگوں کی حکومت رہی، آخر ۱۵۲۷ء میں بہلول لودھی نے یہاں بھی قبضہ کر لیا، بہلول اور اوس کا بیٹا سکندر دونوں بڑے لائق تھے، اونھوں نے اپنی ہمت و تدبیر سے سلطنت کو آگے بڑھایا، اور بہار تک اپنی حکومت قائم کر لی، اگر سکندر کے بعد ایک اور ویسا ہی بادشاہ ہو جاتا تو سلطنت کی جڑیں مضبوط ہو جاتیں، لیکن اوس کے بیٹے ابراہیم لودھی میں ایسی صلاحیت نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ مغل بادشاہ بابر کابل سے چل کر ہندوستان آیا، پانی پت کے میدان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، اگرچہ ابراہیم کیسے ایک لاکھ فوج تھی، لیکن بابر اس ڈھنک سے لڑا کہ صرف بارہ ہزار سواروں سے اتنی بڑی فوج کے پیر اکھاڑ دیئے، ابراہیم میدان میں مارا گیا، اور مغلوں کا ہندوستان پر قبضہ ہو گیا جو تین سو برس تک یہاں حکومت کرتے رہے، (۱۵۲۶ء)

بابر کے بعد ہمایوں تخت پر بیٹھا، لیکن کچھ ہی دن بعد شیر شاہ سوری کے مقابلہ میں شکست کھائی، اور ایران کی طرف بھاگنا پڑا،

شیر شاہ کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور عقل ایسی دی تھی کہ پانچ ہی برس میں سادے ملک کی کایا پلٹ گئی، لیکن اس کے بعد پھر اوس کے خاندان میں ایسے آدمی نہ ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی برس بعد ہمایوں نے پھر ہندوستان کو فتح کر لیا، لیکن اسے ہی دونوں کی لڑائی میں جگہ جگہ ریاستیں قائم ہو گئی تھیں، ہمایوں کو خوش کر رہا تھا لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا، ایک دن مغرب کی اذان سن کر کتب خانہ سے اتر رہا تھا، جلدی میں پھیر چلا تو نیچے آگیا، اور اس صدمہ سے انتقال کر گیا، اکبر ابھی تیرہ برس کا لڑکا تھا، لیکن بیرم خان کی اتالیقی میں تخت پر بٹھایا گیا، شروع میں بیرم خان نے اور جوان ہو کر خود اکبر نے سلطنت کا کام اس خوبی سے چلایا، کہ تقریباً سارا ہندوستان مغلوں کے قبضہ میں آگیا

اکبر کے بعد جہانگیر شاہجہان اور عالمگیر تین اور بڑے زبردست بادشاہ ہوئے، ان لوگوں کی ہمت و تدبیر اور مستعدی و بہادری سے سارے ہندوستان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، اور اتر دکن پورب پچھم ہر طرف اتنی کا جھنڈا اڑنے لگا، ویسے تو یہ ہی اچھے تھے لیکن عالمگیر سب سے زیادہ دیندار اور مذہب کا پابند تھا، اگر کہیں اس کے بعد دو ایک اور ایسے ہی دیندار اور ہمت والے بادشاہ پیدا ہو جاتے تو ہندوستان میں اسلامی حکومت کی جڑیں ہمیشہ کے لئے مضبوط ہو جاتیں، لیکن افسوس کہ اوس کے جانشین بڑے کمزور اور بودے بچھے، اثنائے مین عالمگیر کی وفات ہوئی، اس کے بعد اس کا بیٹا منظم بہادر شاہ اول کے نام سے بادشاہ ہوا، اگرچہ اس میں عالمگیر کی سی شان نہ تھی لیکن اتنا ڈھنگ تھا کہ دہریس تک سلطنت کو تھامے رہا، اثنائے مین اسکا بھی انتقال ہو گیا، اور سلطنت کی چولین ڈھیلی ہونے لگی اب بادشاہت کا ہے کو تھی بچوں کا کھیل تھا، امیرون و زیرون نے جسے چاہا تخت پر بٹھا دیا، اور جسے چاہا پکڑ کر قتل کر دیا، جب خاص مرکز کا یہ حال ہو تو آگے ملک میں جو نہ ہو جائے، وہ تھوڑا ہے، جگہ جگہ جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے، اور جس کا جہان جی چاہا بادشاہ بن بیٹھا، یہی مصیبت کیا کم تھی کہ اثنائے مین نادر شاہ کا حملہ ہوا جس نے مغلوں کی رہی سہی سا کھ بھی ختم کر دی، نادر شاہ تو لوٹ مار کر لوٹ گیا، لیکن ہندوستان کی حالت نہ درست ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں ہڑ لو بگ بچ گئی، مرہٹوں، راجپوتوں، جاٹوں اور سکھوں نے ادمم چا دی، بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب مسلمانوں کا یہاں سے چل چلاؤ ہے، اور عنقریب بادشاہت پر مرہٹوں کا قبضہ ہو جانے والا ہے، لیکن افسوس بھلا کرے، احمد شاہ ابدالی کا جس نے اثنائے مین پانی پت کے میدان میں ان لوگوں کو شکست

دیکر ہمیشہ کے لئے اون کا زور توڑ دیا، احمد شاہ چاہتا تو ہندوستان میں اپنی حکومت جا لیتا
 لیکن اوس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ سلطنت شاہ عالم کے سپرد کر کے خود واپس چلا گیا،
 دشمنوں کا زور بالکل ٹوٹ چکا تھا، اوس وقت پورا موقع تھا کہ سلطنت کو پھر سے
 مضبوط کر لیا جائے، لیکن اب ہندوستان کے مسلمانوں میں زندگی کی روح ختم ہو چکی
 تھی، اس لئے یہ موقع بھی ہاتھ سے جاتا رہا اور وہی افراقرنی باقی رہی، ادھر انگریزوں
 کا اثر بڑھ رہا تھا، یہ لوگ پہلے تو صرف تجارت کی غرض سے آئے تھے، لیکن بعد کو آہستہ
 آہستہ سلطنت میں دخل دینا شروع کیا، پہلے تو نواب سراج الدولہ کو شکست دیکر نکال
 برقیضہ کیا، (۱۷۵۷ء) پھر بادشاہ دہلی شاہ عالم سے کسبر کے مقام پر مقابلہ ہوا، (۱۷۵۷ء)
 اس لڑائی میں بھی انگریزوں کی جیت ہوئی، اور دہلی سے لیکر بنگال تک اون کا قبضہ
 ہو گیا، شاہ عالم کے لئے پچیس لاکھ سالانہ منیشن مقرر ہو گئی، جو بعد میں اون کی اولاد کو
 بھی ملتی رہی، کوئی سو برس تک یہ شکل یوں ہی چلتی رہی، اور انگریزوں کے سہارے
 دہلی میں نام کی بادشاہت قائم رہی اسے عرصہ میں ہندوستان کے دوسرے
 رئیسوں اور نوابوں سے مقابلے رہے، جن میں انگریزوں کو فتح ہوئی، آخر (۱۷۵۷ء) میں
 وہ نام کی بادشاہت بھی ختم ہو گئی، آخری مغل بادشاہ ابو ظفر بہادر شاہ دہلی کے لال قلعہ سے
 نکال کر رنگون میں قید کر دیے گئے، اور اسلامی حکومت کی جگہ بالکل انگریزی راج قائم
 ہو گیا، اب صرف حیدر آباد، بھوپال، رام پور، بھاول پور، جہاں، جو ناگدھ اور خیر پور
 وغیرہ میں انگریزوں کے ماتحت چند اسلامی ریاستیں باقی ہیں، جہاں مسلمان حاکم انگریزوں
 کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔

نوان باب ،

خاتمہ

(۱)

موجودہ حالت

عزیزو! پچھلے صفحوں میں تم اپنی بادشاہت کے سارے تیرہ سو برس کے واقعے کے بارے میں پڑھ چکے، یہ تو تمہارے بزرگوں کے قصے تھے، اب کچھ اپنا اور اپنے زمانہ کا حال بھی سنو، اس زمانہ میں گو تمہاری کوئی بڑی سلطنت موجود نہیں، مگر پھر بھی تمہاری کئی خود مختار اور کچھ باجگزار سلطنتیں اور ریاستیں دنیا میں موجود ہیں، ان میں سب سے بڑی خود مختار سلطنت ترکی کی ہے، اب یہاں شخصی بادشاہی کے بجائے جمہوری حکومت ہے، مصطفیٰ کمال پاشا اس کے صدر ہیں، ایشیائے کوچک کا ملک اس حکومت کا رقبہ ہے، اور شہر انکارہ اس کا پایہ تخت ہے، ڈیڑھ کروڑ کے قریب آبادی ہے،

ہماری دوسری آزاد سلطنت ایران ہے، جہاں رضاشاہ پہلوی بادشاہ ہے، ملک کا انتظام دستوری ہے، ایک کروڑ کی آبادی ہوگی، طہران اس کا پایہ تخت ہے، رفتہ رفتہ زمانہ کے مطابق اسکو ترقی ہو رہی ہے،

ہماری عیسوی خود مختار سلطنت افغانستان ہے، اس کا صدر مقام کابل ہے، یہاں ایک کروڑ مسلمان رہتے ہیں، ان کی بہادری اور جنگجوئی کے قصے تم نے بہت سے ہونگے، ظاہر شاہ بادشاہ ہیں،

ہماری چوتھی آزاد سلطنت نجد و حجاز کی عربی سعودی حکومت ہے، جو اس وقت ہمارے مقدس شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا بھی انتظام کرتی ہے، اس کی آبادی پچاس لاکھ کے قریب ہوگی، اس کا پایہ تخت حجاز میں مکہ معظمہ اور نجد میں شہر ریاض ہے،

ہماری پانچویں آزاد سلطنت یمن کی ہے، یہاں زیدی مسلمانوں کا امام جس کا نام یحییٰ ہے، بادشاہی کرتا ہے، شہر صنعاء اس کا پایہ تخت ہے، ایک کروڑ کی آبادی ہوگی، ہماری چھٹی آزاد حکومت البانیا ہے، جہاں کے بادشاہ کا نام احمد زوغو ہے، یہ یورپ کے مشرقی گوشے میں چھوٹی سی سلطنت ہے،

ہماری وہ سلطنتیں جو دوسری عیسائی سلطنتوں کے قبضہ میں نیم مختاری کی حالت میں ہیں، یہ ہیں،

۱۔ مصر۔ ہماری نیم خود مختار سلطنتوں میں یہ سب سے بڑی، دولت مند اور تمدن کا علم و فن کا یہاں بڑا چراغ ہے، انگریزوں نے اس کو اپنے انتظام میں لے رکھا ہے، قاہرہ اس کا پایہ تخت ہے، ایک کروڑ یہاں مسلمان ہیں، موجودہ بادشاہ کا نام فاروق ہے،

۲۔ عراق۔ یہ بھی انگریزوں کی نگرانی میں ہے، بغداد اس کا پایہ تخت ہے، ملک غازی اس کے موجودہ بادشاہ کا نام ہے، ملک کی آبادی چالیس پچاس لاکھ کے لگ بھگ ہے،

۳۔ مراکش۔ یہ شمالی افریقہ میں مسلمانوں کی بہت پرانی سلطنت ہے، ایک لاکھ سے فرانسیسیوں نے اپنا ماتحت بنا کر اس کو بے بس کر رکھا ہے، ایک کروڑ کی آبادی ہوگی،

۴۔ اسی کے قریب مسلمانوں کی ایک اور چھوٹی سی حکومت تونس کی ہے، جہاں کے بادشاہ کو بانی کہتے ہیں، میں لاکھ کی مردم شماری ہوگی،

۵۔ افریقہ میں مسلمانوں کی کئی ریاستیں ہیں، ان میں سب سے بڑی نائجر یا ہر جہاں ایک کروڑ مسلمان رہتے ہیں، اور اس کے بادشاہ کو سلطان کہتے ہیں، ان کے علاوہ عرب میں حضر موت، مکلا، بحرین، عمان، شرق اردن وغیرہ انگریزوں کی کئی ماتحت ریاستیں ہیں،

ہندوستان میں بھی حیدرآباد، بھوپال، بجاؤل پور، رام پور، خیرپور، چترال اور جو ناگہو وغیرہ مسلمان ریاستیں ہیں، لیکن یہ بالکل ہی انگریزوں کے ماتحت ہیں، اور انگریزی ریویژنٹ کی نگرانی میں مسلمان حاکم کام کرتے ہیں، اب آئندہ زمانہ نوجوان مسلمانوں کے بہادانہ کارناموں کے انتظار میں ہے،

(۲)

تاریخی سبق

اب ہم سہے پر آگئے ہیں، چودہ سو برس کی تاریخ ختم ہو رہی ہے، اور یہ کتاب تمام ہونے کو ہے، لیکن آخری ورق اٹھنے سے پہلے آؤ تھوڑی دیر کے لئے اس ساری داستان پر پھر ایک نظر ڈال لیں، اور دیکھیں کہ چودہ سو برس کی یہ کہانی ہمیں کیا سبق دیتی ہے،

کتاب کے شروع میں تم پڑھ چکے ہو کہ پہلے ساری دنیا میں کیسا اندھیرا بھیلایا تھا، پھر تم نے دیکھا کہ کسے ایک سورج نکلا، جس نے دیکھتے دیکھتے ساری دنیا کو جگمگا

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صفایہ کھڑے ہو کر اللہ کی پکار سنائی، تو دنیا ہنسی اور لوگوں نے مذاق اڑایا، کہ اس حوصلہ کو دیکھیے، اور اون کو دیکھیے، اس فقیہ اور غریبی پر دنیا کی اصلاح کی آزد دیوانہ پن نہیں تو اور کیا ہے، لیکن چند ہی برس میں دشمنوں کے سر جھکے ہوئے تھے، اور ساری دنیا قدموں کے نیچے تھی، عرب کے بدوؤں نے قیصر و کسری کے تحت الٹ دیئے، اور ساری دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجنے لگا، ایک طرف عروج و ترقی کی یہ انتہا دوسری طرف زوال جو شروع ہوا تو ایسا کہ آج کہیں سر چھپانے کو بھی جگہ نہیں ملتی، آؤ ذرا ٹھہر کر سوچیں کہ اس عروج و زوال کا راز کیا ہو،

اصل بات یہ ہے کہ بلا کسی اچھے اور بلند خیال کے انسان صرف ذرا ذرا سی باتوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے یہی حال عرب کا بھی تھا، لیکن اسلام نے بتایا کہ آدمی اور جانور میں فرق ہے، کھاتے پیتے تو جانور بھی ہیں، پھر اگر آدمی بھی صرف اسی کا ہو جائے، تو اٹش میں اور جانور میں کیا فرق رہا، اب تک لوگ یہ سمجھتے تھے کہ بس یہی زندگی سب کچھ ہے، اس کے بعد نہ کہیں حساب ہو، نہ کتاب، نہ عذاب ہو، نہ ثواب، نہ جنت ہو، نہ دوزخ، انسانوں کی یہی وہ سب سے بڑی غلطی تھی جس نے انہیں صدیوں گمراہ رکھا، اور ان کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر کر دی، وہ جو جوری کرتے ڈاکے ڈالتے لوگوں کی جانیں لیتے اور جو کچھ ان کے جبین آتا کرتے رہتے، لیکن کبھی دل میں کھٹک بھی نہ ہوتی، اور ہوتی بھی کیوں، وہ تو آخرت کے قائل ہی نہ تھے، انھیں تو جوب ہو تا جب وہ یہ سمجھتے کہ اس چار دن کی زندگی کے بعد ایک دوسری دنیا میں جانا ہے، اور ایک ایسے حاکم کے سامنے بھلائی برائی اور نیکی بدی کا ذرا ذرا سا

حساب دینا ہے، جن کے سامنے نہ رشوت چل سکتی ہو نہ سفارش کام دے سکتی ہے، نہ کوئی چیز چھپ سکتی ہو، جھپٹا کھلا سب اوس کے سامنے ہو، وہاں ہر چیز کا پورا پورا حساب ہوگا، پھر یا تو آرام و چین کی زندگی شروع ہوگی، یا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگ میں جلنا اور تکلیف اٹھانا ہوگا، اسلام نے صفائی سے کہا کہ دنیا کی زندگی کو ایک کھیل سمجھو، آکھ بند ہوئی، یہ قصہ ختم، اس نے کہا یہ کتنی بڑی نادانی ہو کہ ہم اس چار دن کی زندگی پر اتنا بھول جائیں کہ اپنی اصلی زندگی کو خراب کر لیں،

اسلام نے کچھ اس طرح یہ باتیں سنائیں کہ ایک ایک لفظ دل میں اتر گیا، اور اللہ کا دھیان اور آخرت کا خیال دماغ میں ایسا سرچ گیا کہ آنا فنا بدی اور بدکاری کی عادتیں جھوٹ گئیں، اور لوگ شیطانوں کی جماعت سے نکل کر فرشتوں کی صف میں آ بیٹھے، اب نہ دنیا کی ان کے نزدیک کوئی قدر تھی نہ اوسکی زندگی کی کوئی قیمت، اللہ کی رضا مندی اون کا مقصد اور آخرت کی طلب اون کی غرض تھی، زندہ رہے تو اس لئے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، اور جان دیتے تو دم اوسی کے نام پر نکلتا، خیال یعنی ایمان اور عقیدہ کی اس تبدیلی نے زندگی کا رخ بدل دیا، اور دم کے دم میں وہ ذلت کے گڑھے سے نکل کر عزت کے تخت پر جا بیٹھے، پہلے جن کے سامنے اون کے سر جھکتے تھے، اب وہی اون کے پیچھے ہاتھ باندھے پھر رہے تھے،

اسلام کی شروع کی ساری تاریخ پڑھ جاؤ، تمہیں قدم قدم پر ایمان و عقیدہ کی ہی نشان نظر آئیں گی، اور معلوم ہوگا کہ اسی کے زور میں مسلمان بڑھے، چلے جا رہے ہیں، لیکن بعد کو ایمان میں پھر کمزوری آنے لگی، اللہ کا خیال کم ہوا، اور آخرت کی جگہ دنیا کی محبت بڑھی، حکومت و سلطنت کی ہوس اور مال و دولت کی آرزو نے عقل کو اندھا اور دل کو سیاہ کر دیا، اور

بات بات پر جھگڑے فساد ہونے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سلطنت سیکڑوں حکومتوں میں ٹک گئی اور ایک قوم کے ہزاروں فرقے ہو گئے،

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے یہ فتنہ شروع ہوا، اور آج تک قائم ہو کہیں امیرون سے بغاوت ہو کہیں سرداروں کے خلاف کارروائی ہے، کہیں لیڈروں پر طعنے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہو، اور گھر گھر فساد ہو رہا ہو،

تمہارے سامنے دونوں نمونے ہیں، تم نے دیکھا کہ ایمان کے زور نے مٹھی بھر آدمیوں کو ساری دنیا پر فتح دی، اور دم کے دم میں عرب کے بدوقیر و کسریٰ کے تخت پر جا بیٹھے، اور اب یہ بھی تمہارے سامنے ہے کہ ایمان کی کمزوری نے کروڑوں کی قوم کو غلام و ذلیل بنا رکھا ہے،

آؤ تاریخ کی اس روشنی میں ہم اپنے ایمان کو مضبوط کر لیں، اور ایک بار پھر دنیا کے اندھیرے میں اجالا کر دیں،

لَا تَقْنُؤْا وَلَا تَحْزَنْوْا اِنَّكُمْ كَالْعُلُوكِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

ہر اسان اور غمگین مت ہو، اگر ایمان ولے ہو تو بلندی تمہارے ہی لئے ہے،

OUP—881—5-8-74—15,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 19259 Accession No. U. 1215
Author 25-E *Prime*
Title *U.C. 1965*

This book should be returned on or before the date last marked below.

کجی نہ
 جامعہ عثمانیہ
 ۱۔ ارکین علی بیگ کی ایک کتاب
 ۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ کی ایک کتاب
 ۳۔ ارکین علی بیگ کی ایک کتاب
 ۴۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ کی ایک کتاب
 ۵۔ ارکین علی بیگ کی ایک کتاب
 ۶۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ کی ایک کتاب
 ۷۔ ارکین علی بیگ کی ایک کتاب
 ۸۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ کی ایک کتاب
 ۹۔ ارکین علی بیگ کی ایک کتاب
 ۱۰۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ کی ایک کتاب

